اب تو یہ زندگی مسکرائی
شازیہ مصطفیٰ
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

شازیہ مصطفیٰ

یہ اداسی تمہیں نہیں بجتی
مسکراہٹ کو تم بحال کرو
جو لگائے امیدیں بیٹھے ہیں
ان کی نظروں کا کچھ خیال کرو

"تم نے سوچ لیا ہے کہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن نہیں لوگی' دوبارہ اپنی پڑھائی نہیں شروع کروگی؟" بھابی نے اس کی ضد پر افسردگی سے آخری بار پوچھا۔ وہ سر جھکائے گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی رہی۔

"مجھے نہیں بھولتا وہ منظر' مجھے مردوں سے نفرت ہے۔" وہ چیخ پڑی۔ جب بھی گزرا ہوا سوچتی تھی اس کی عجیب حالت ہوجاتی تھی۔ وہ لمحے جو اس نے موت و زندگی کے قریب گزارے تھے انہیں ذہن فراموش ہی نہیں کرسکتا ہے۔

"پتہ ہے ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں کہ تمہارے اندر کا خوف نکالنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تم کوشش کرو۔" وہ اسے ہر طرح سے راضی کررہی تھیں جس نے گزشتہ ایک سال سے خود کو صرف گھر تک ہی مقید کرلیا تھا۔

"بھابی! پلیز مجھے رہنے دیں جیسی ہوں۔"

شہوار نے اسے اپنے گلے سے لگالیا۔ بچپن سے ہی اسے بھی اپنے بچوں کی طرح پالا تھا۔ جس وقت وہ شادی ہوکر آئی تھیں' وہ آٹھ سال کی تھی۔ ماں تو اس کی پیدائش پر ہی چل بسی تھی' پھر ایسے میں شعیب احمد نے فرجاد کی شادی کردی تھی۔ وہ بلی کام میں تھے۔ اتنی کم عمری میں ان کی شادی کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ آٹھ سالہ نیل فر کو ایک ماں کی بھی ضرورت تھی جو بھابی کی صورت میں ہی پوری ہوئی۔ شعیب احمد بھی ان کی شادی کے چند ماہ بعد ہی انتقال کرگئے تھے۔ ایسے میں فرجاد پر تمام تر ذمہ داری آ گئی۔ انہوں نے تعلیم بھی جاری رکھی اور اپنے باپ کا بزنس بھی سنبھالا تھا۔ ان کے آنگن میں بھی تین پھول کھل گئے تھے۔ عون' عائش اور روبینہ۔ نیل فر اپنے بھتیجی بھتیجوں کے ساتھ ہر وقت لگی رہتی تھی اور پھر فرجاد احمد کی تو نیل فر میں جان تھی۔ وہ اس کا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے۔ شہوار نے بھی ہمیشہ اسے اپنے سینے سے ہی لگا کے رکھا تھا۔ نیل فر نے بی اے کیا تو ماسٹرز کرنے کا اسے شوق ہوا۔ اس کا ایڈمیشن یونیورسٹی میں کروادیا۔ عون بھی میٹرک میں آ گیا تھا۔ عائش آٹھویں میں تھا جب کہ روبینہ پانچویں میں تھی۔ اسی دوران یہ ہولناک حادثہ ہوا۔ یونیورسٹی میں ہنگامے ہوگئے اور نیل فر اور چند لڑکیوں کو اغوا کرلیا گیا۔ پورے ایک ہفتے بعد وہ گھر آئی تھی۔ ایسی بری حالت تھی کہ اس کی سدھ بدھ ہی کھوگئی تھی۔

راتوں کو ڈرنے لگی تھی اور وہ ڈر و خوف اس کے دل و دماغ میں ایسا بسا کہ اسے مردوں سے ہی نفرت ہوگئی تھی۔ سائیکاٹرسٹ کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ انہیں ان کے خول سے باہر نکالنے کے لیے گھما پھرا اور پُر رونق جگہوں پر لے کے جائیں جہاں یہ سب کچھ بھلا سکتی تھی۔ کچھ اس حادثے کے بعد سے ضدی بھی بہت ہوگئی تھی۔ ماسٹرز بھی اس کا ادھورا ہی رہ گیا تھا جس کا اسے بھی افسوس تھا۔ وہ نہ لوگوں سے ملنا پسند کرتی تھی اور نہ ہی کہیں آتی جاتی تھی۔ اگر بھابی کے گھر سے کوئی آ بھی جاتا تو کمرے میں بند ہوجاتی تھی۔ اسی کی خاطر تو فرجاد احمد نے گھر تک بدل لیا تھا کہ شاید نیا ماحول ہی اس پر اچھا اثر ڈالے مگر وہ تو دن بدن قنوطی ہوتی جارہی تھی۔

●◐□●◐□

"نیل فر! آج سویرا کی منگنی ہے۔ میں ناں بالکل نہیں سنوں گی اس معاملے میں۔" شہوار نے اسے سختی سے دوٹوک انداز میں کہا۔ وہ لاؤنج میں بڑے صوفے پر نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں منہمک تھی۔

"بھابی! پلیز! میں کب جاتی ہوں ایسے فنکشن میں۔" وہ تو گھبرا ہی گئی۔

"لیکن پھپھو آج آپ کو چلنا ہے پتہ ہے سب وہاں کہتے ہیں کہ تمہاری پھپھو بڑی مغرور ہیں جو یہاں آنا تک پسند نہیں کرتی ہیں۔" عون بھی گویا ہوا۔

"کہنے دو میں نہیں جاتی تو بس نہیں جاتی۔" اسے جیسے کسی کی باتوں کی مطلق پروا بھی نہ تھی۔ شہوار نے اسے گھورا۔

"میں ناں بالکل نہیں سنوں گی۔" وہ جیسے کچھ سننے کے ہی موڈ میں نہ تھیں اور ہوا بھی وہی۔ اس بار شہوار نے اس کی بالکل نہ سنی۔ زبردستی خود ہی تیار کروایا۔ وہ تو 'ناں ناں' ہی کرتی رہی تھی۔

نیل فر اتنے عرصے بعد یوں نکلی تھی سب کچھ نیا نیا سا لگ رہا تھا مگر پھر جب وہ تلخ یاد ذہن میں آئی تو ایک دم ہی بیزاری سی ہونے لگی تھی۔ گھر پہنچے تو سب نے ہی زبردست استقبال کیا تھا۔ نیل فر! وہ تو حیران ہی رہ گئی تھی۔ وہ کم ہی آتی تھی مگر جب بھی آتی تھی یہاں لائبریری میں وقت گزار کر جاتی تھی یا پھر دادی جان کے پاس بیٹھی رہتی تھی۔

"اوہو! آج تو تم بھی گھر میں نظر آرہے ہو۔" شہوار نے فان کلر کے قمیص شلوار میں ملبوس لمبے چوڑے اروان کو دیکھا جو اپنے کپڑے ہاتھ میں لیے پریشان سا ہال میں آیا تھا' چونک گیا۔ وہاں اس پری پیکر کو اتنے عرصے بعد دیکھ کر کچھ خوش بھی ہوا تھا حالانکہ دونوں میں کبھی بات ہی نہیں ہوئی تھی' پھر اس کی جاب بھی ایسی تھی کہ زیادہ تر گھر سے باہر ہی رہتا تھا۔

"جی بس نکلنے ہی والا ہوں۔ آپ خوش نصیب ہیں جو مابدولت کے درشن کر لیے ورنہ تو لوگ ترس جاتے ہیں۔" اروان نے شوخ لہجے میں اپنے کالر اکڑا کے کہا۔ نیل فر پہلو بدل کر رہ گئی تھی۔ اروان کی نگاہ بھی بھٹک کر اس پر جا ٹھہری تھی۔ شہوار نے نوٹ بھی کیا تھا۔

"چچی جان! اس کی لگام کب کس رہی ہیں۔" انہوں نے حمیرا خاتون سے پوچھا جنہوں نے اروان سے کپڑے لے کر بینہ کو دیے کہ وہ استری کردے۔

"یہ گھر میں ٹک کر بیٹھے۔"

"ارے شہوار! یہ پولیس کی خفیہ نوکری اس نے اچھی کرلی ہے' ہم تو لڑکے کی شکل کو ترس گئے ہیں۔" دادی جان کو اکثر یہی شکوہ رہتا تھا۔ اروان مسکرانے ہی لگا۔ اسی وقت اروان کا موبائل بپ دینے لگا تو وہ باہر نکل گیا۔

"ارے بھئی جلدی تیاری کرو' مہمان آنے والے ہیں۔" تائی امی بھی سب کو الرٹ کررہی تھیں۔ شہوار نے بھی کچھ ان کا ہاتھ بٹایا۔ سویرا کو تو تیار ... یا گیا تھا۔ نیل فر کو انہوں نے اس کے کمرے میں جانے کو کہا تھا۔ وہ جھجکتی ہوئی جارہی تھی کہ سامنے کمرے سے تیزی سے نکلتے اروان سے اس کی ٹکر ہوگئی۔ اس نے فوراً ہی تھام لیا۔

"خبردار' جو مجھے ہاتھ لگایا۔" وہ دہاڑ ہی اٹھی۔

اروان متوحش زدہ سا اس پری پیکر کا ایسا ناگوار انداز اور لہجہ دیکھتا رہ گیا۔

"محترمہ میں نے آپ کو گرنے سے بچایا ہے۔"

"شٹ اپ' خود ہی ٹکراتے ہیں آپ مرد۔ بہت شوق ہوتا ہے آپ کو لڑکیوں کو بہانے سے چھونے کا۔" اس کے لہجے میں بسا زہر یہ سب پچھلے حادثے کی ہی تو شبیہہ تھی جو ہر مرد کو دہشت گرد سمجھتی تھی۔

"ہیلو محترمہ میں ایسا ویسا انکل نہیں ہوں۔ ملک کا محافظ ہوں' ہر شہری کی عزت ہمارے لیے قیمتی ہے۔" اس کے بھی دماغ پر ہی جا لگی۔

"اونہہ ملک کے محافظ' آپ محافظ ہی تو لٹیرے بھی ہوتے ہیں۔"

اتنے میں شہوار آ گئیں۔ نیل فر کا ایسا غضب ناک انداز اور اروان سے الجھنا' وہ تو گھبرا ہی گئیں۔

"دیکھیے مس! آپ بہت غلط بات کررہی ہیں۔" وہ پھر بھی تحمل سے بولا۔

"آپ کو میں ٹھیک ہی بات کہہ رہی ہوں۔ آپ سب لٹیرے ہوتے ہیں' درندہ ہوتے ہیں۔" وہ تو بالکل ہی حواسوں سے باہر ہوگئی۔ اتنے میں پورے گھر میں ہی شور مچ گیا۔ شہوار نے نیل فر کو چپ کرایا جواب رونے لگی تھی۔

"آپی! آپ اپنی نند کے دماغ کا علاج کروائیے۔ یہ ہر ایک کو کچھ بھی بول دیتی ہیں۔" اسے غصہ بھی بہت آرہا تھا۔ وہ بھناتا ہوا باہر نکل گیا۔ شہوار الگ ملول سی ہوگئیں۔ نیل فر کی طبیعت خراب ہونے لگی تھی فرجاد احمد تو گھبرا ہی گئے۔

"ارے فرجاد بیٹا' ٹھیک ہوجائے گی' تم فکر نہ کرو۔" دادی جان نے تسلی دی۔ نیل کو ان کے ہی کمرے میں لٹایا تھا۔ وہ روئے جارہی تھی۔

سویرا کے سسرال والے بھی آگئے تھے تو سب کو لان میں ہی جانا پڑا جہاں سارا کچھ انتظام تھا۔ نیل فر کی جب آنکھ کھلی تو وہ بھی باہر آگئی تھیں۔

"اروان' تمہیں پتہ ہے ناں وہ کس شاک سے گزری ہے۔ پلیز میرے بھائی' تم ناراض نہیں ہونا۔" شہوار اس سے معذرت کررہی تھیں۔ وہ لب بھینچے ہوئے تھا حالانکہ وہ نیل فر کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ بھی رکھتا تھا۔

"اس کا ایک ہی حل ہے کہ آپ اپنی نند کی شادی کردیں ورنہ آپ کے لیے بہت مسئلہ ہوگا۔" اس نے خاصی سنجیدگی سے انہیں مشورہ دیا۔ وہ لان میں ہی چیئر پر بیٹھا تھا' سب سے الگ تھلگ۔

"شادی کے نام سے چڑتی ہے۔" وہ افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"پھر تو آپ کی نند کی دماغی حالت کبھی نہیں ٹھیک ہوگی۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا۔ شہوار نے جاتے ہوئے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا جیسے وہ ان کو سوچ کا ایک سرا تھما گیا ہو۔ کہا بھی اس نے ٹھیک تھا۔

●◐□●◐□

شہوار نے بہت سوچ سمجھ کر جو فیصلہ کیا تھا اس سے فرجاد احمد کو آگاہ کردیا تھا۔ وہ تو تذبذب کا شکار ہوگئے کیونکہ ان کی بہن تو کبھی ماننے ہی کی نہیں۔

"شہوار! تم جانتی ہو ناں وہ شادی کے نام تک سے

چڑتی ہے۔"

"وہ اگر چڑتی ہے تو ہم اسے اس کے حال پر تو نہیں چھوڑ سکتے نا اور پھر ڈاکٹر نے بھی کہا ہے کہ نیل فر کی جتنی جلد شادی کردیں تو اچھا ہے۔" وہ تو مصمم ارادہ کرچکی تھیں کہ نیل فر کی شادی ضرور کریں گی اور اس کے لیے ایک سمجھ دار بندے کا ہونا ضروری تھا اور وہ سمجھ دار اور تحمل مزاج انہیں اروان ہی لگا تھا۔

"اسے راضی کرنا مشکل ہے۔" وہ بیڈ کی بیک کراؤن سے ٹیک لگائے فکرمند سے لہجے میں گویا ہوئے۔ نیل فر کی فکر انہیں دن رات ہی رہتی تھی۔ ذرا سی بھی اسے چھینک آتی تو وہ ڈاکٹر کو ضرور دکھاتے تھے۔

"اسے راضی میں کروں گی لیکن اس کے لیے اس پر کچھ سختی کرنی پڑے گی آپ کچھ نہیں بولیں گے۔" انہوں نے شہادت کی انگلی اٹھا کے انہیں گویا جتایا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئے۔

"لیکن شہوار وہ بہت ضدی ہے۔"

"اس کی ضدی طبیعت ہی تو توڑنی ہے اور پھر اس کے دل و دماغ میں جو ڈر و خوف ہے وہ صرف اس کا شادی کے بعد ہی نکل سکتا ہے جب وہ جائز اور شرعی بندھن میں بندھے گی نا تو خود بخود اس کا ڈر و خوف نکل جائے گا۔" وہ انہیں سمجھا رہی تھیں۔

ایک ہفتہ انہوں نے بہت سوچنے کے بعد ہی اپنے گھر میں بھی ذکر کردیا تھا۔ چچا جان تو فوراً راضی ہوگئے تھے البتہ چچی جان کچھ اروان کی وجہ سے بھی چپ تھیں۔

"اروان کو اعتراض نہ ہو کہ نیل فر کو ہم نے اس پر زبردستی تھوپ دیا ہے۔"

وہ نیل فر کی پاگلوں جیسی حالت کو بھی جانتے ہی تھے کہ راتوں کو اٹھ کر چیخیں بھی مارتی تھی۔

"اروان سب جانتا ہے اور ہم اروان پر زبردستی نہیں تھوپیں گے پوری رضامندی لیں گے۔ ہماری نیل فر خوبصورت ہے پڑھی لکھی ہے اور لڑکیوں کی طرح اس میں چالاکیاں نہیں ہیں۔" وہ فوراً اس کی حمایت پر اتر آئی تھیں۔ پھر وہ ان سے اتنی قریب تھی کہ جیسے ایک بیٹی ماں کے ہوتی ہے۔

"سوچ لو اروان کی جاب کیا ہے جب کہ نیل فر پولیس والوں سے نفرت کرتی ہے۔" فرجاد احمد کو تو ہر طرح کی فکر بھی تھی اور ڈر بھی تھا کہ کہیں نیل فر کو اروان ناپسند ہی نہ کردے۔ سویرا کی منگنی کے روز اس سے کافی تلخ کلامی بھی ہوئی تھی۔

"آپ ساری فکریں چھوڑ دیں اور سب مجھ پر چھوڑ دیں۔" انہوں نے مضبوط لہجے میں انہیں اطمینان دلایا۔ فرجاد احمد نے بھی پھر کچھ نہ کہا۔ وہ بھی نیل فر کی خاطر یہ سب تو برداشت ہی کرلیں گے تاکہ وہ ٹھیک ہوجائے۔

⚫◐□⚫◐□

اروان آج کل دیر سے گھر آرہا تھا اس لیے بھی موقع نہیں مل رہا تھا اس سے بات کرنے کا مگر آج موقع مل گیا تھا۔ وہ اس کے کمرے میں چلے آئے تھے۔

"خیریت ابو! اتنی رات کو میرے کمرے میں؟"

اروان انہیں دیکھ کر ٹھٹک ہی گیا۔

"تمہارے ابو کو تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ تم ابھی اس پولیس کی نوکری میں ایسے مصروف ہوتے ہو کہ تمہارے ابو تو تمہاری صورت کو ترس جاتے ہیں۔" حمیرا بیگم نے بھی مداخلت کی تو وہ جز بز سا ہوگیا۔ وہ دونوں ہی بیڈ پر بیٹھ گئے تھے جبکہ وہ تشویش بھرے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

"وہ بس آج کل کڈنیپ کا کیس چل رہا ہے

آپ تو جانتے ہی ہیں کہ خفیہ پولیس والوں کو تو کسی وقت بھی جانا پڑجاتا ہے۔" وہ سر کھجانے لگا۔

"اروان! بیٹھو مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔" رضوان احمد نے اسے سنگل صوفے کی جانب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ چونک گیا کہ ابو اور اتنے سنجیدہ خاموش سے بھی تھے۔

"جی ابو کہیئے۔" مؤدب بن کر سر جھکا کے بیٹھ گیا۔

"دیکھو اروان! ہم نے جو فیصلہ کیا ہے بلکہ بہت سوچنے سمجھنے کے بعد ہی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تم سے بہتر اور تحمل مزاج شخص کوئی نہیں ہوگا۔" قدرے توقف کے بعد وہ اتنی لمبی تمہید باندھنے لگے جب کہ حمیرا بیگم پہلو بدل کر رہ گئی تھیں۔

"ابو! اتنی لمبی تمہید کا مطلب؟" اسے جانے کیوں بات کچھ گمبھیر لگ رہی تھی۔

"شہوار کی نند ہے ہم نے تمہاری بات پکی کردی ہے اور اس دو ماہ میں تمہاری شادی بھی کرنی ہے۔"

"جی......ابو!" وہ بیٹھے سے کھڑا ہی ہوگیا بلکہ کچھ بوکھلا بھی گیا۔ ایسی غیر متوقع بات سماعت یقین ہی نہیں کرپا رہی تھی۔

"شہوار نے بہت رو رو کے ہم سے کہا ہے اس لیے بیٹا! دیکھو شہوار ہماری اپنی ہے اور پھر تم اس کے بھائی ہو تم اس کی پریشانی کا خیال کرو کیونکہ پتہ نہیں کوئی اور شخص اس لڑکی کے ساتھ سلوک ٹھیک بھی رکھے یا نہیں۔"

"ابو! میں شادی ہی نہیں کرنا چاہتا میری جاب جانتے ہیں میں گھر تک میں کم رہتا ہوں پھر سب کو ہی مجھ سے شکایت رہتی ہے۔ اگر اسے بھی ہوئی تو یہ تو پھر ظلم ہوا نا۔" وہ عذر بھی بتانے لگا۔

"یہ سب شہوار کو پتہ ہی ہے اور پھر جب سال کے اندر بچہ ہوجائے گا نا اسے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" حمیرا بیگم نے گویا اس کو سمجھانے کے بعد حتمی انداز میں کہا تو وہ جھینپ سا گیا۔ رضوان احمد نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

"لیکن آپ دونوں یہ بھی تو سوچیے کہ ان کی نند پولیس والوں سے کتنا نفرت کرتی ہے۔" وہ ہراساں ہوگیا کیونکہ رضوان احمد کو وہ انکار بھی نہیں کرسکتا تھا۔

"اسی لیے تو شہوار نے جانتے بوجھتے ہوئے ہم سے کہا ہے کہ نیل فر کا ڈر و خوف اور نفرت تم ہی ختم کرسکتے ہو۔ وہ سارے مردوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔"

"ابو یہ بہت مشکل ہے۔ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔" وہ پھر منمنایا۔

"دیکھو اروان! تم سمجھ دار ہو اور سب سے بڑھ کر ذمہ دار بھی ہو۔ تم نیل فر کو اچھی طرح ہینڈل کرسکتے ہو کیونکہ اگر اس لڑکی کی شادی وہ لوگ کہیں اور کر بھی دیتے ہیں تو میرا نہیں خیال کہ اسے اس کی پرابلم سمیت کوئی قبول کرے اور پھر دیکھو اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نیل فر کو بہت اچھی طرح ہینڈل کرسکتے ہو۔" نرم سے لب و لہجہ میں سمجھاتے ہوئے اسے دونوں شانوں سے ہی تھپتھپایا تھا۔

"دیکھ لیں اگر اسے میری جاب سے شکایت نہ ہو۔" اس نے گویا ہتھیار ہی ڈال دیئے۔

"یہ تمہارا کام ہے کہ اب کیسے تم اسے سمجھاتے ہو کہ اسے شکایت نہ ہو کیونکہ یہ تمہارے لیے سمجھو ایک مشن ہی ہوگا جیسے تم اکثر جاتے ہو مشن پر۔ یہ سمجھو کہ تمہارا ذاتی مشن ہے۔"

وہ سر ہلانے لگا پھر انکار کا چارہ بھی نہ تھا۔ شہوار کی وہ بہت عزت کرتا ہے۔ اپنے ماں و باپ کا مان بھی

نہیں توڑنا چاہتا تھا اس لیے بھی اس نے سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی رضامندی دے دی تھی۔

●◐□●◐□

رات میں ہی انہیں فون پر اروان کی رضامندی کی خبر ملی تو وہ دوسرے دن شام میں ہی عون کے ساتھ گھر چلی آئی تھیں۔ اتفاق سے اروان اسی وقت گھر آیا تھا۔ سیدھی اس کے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

"شکریہ اروان! تم نے میرا مان رکھ لیا۔" وہ اپنے خوشی سے چمکتے چہرے سے اسے دیکھنے لگیں۔

"آپی! میں نے صرف آپ کی وجہ سے رضامندی دی ہے کیونکہ آپ اپنی سرپھری نند کی وجہ سے اتنی پریشان رہتی ہیں۔" وہ سنجیدہ ہی تھا حالانکہ کچھ اپنے دل کے آگے بھی تو مجبور ہوا تھا۔ وہ اسے شروع سے ہی پسند بھی کرتا تھا مگر اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔

"مجھے اسی بات کی ہی تو خوشی ہے کہ تم نے میرا خیال کیا ہے۔ دیکھو اگر نمیل بڑا ہوتا نا شاید میں اس سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ تم میں تحمل مزاجی اور ذمہ داری ہے۔ ہر کام بہت سوچ سمجھ کے کرنے والے شخص ہو۔"

"سنیے شہوار آپی! اگر آپ نے یا فرجاد بھائی نے کبھی مجھ سے شکایت کی کہ میں نے نمیل فر کے معاملے میں کوتاہی کی ہے تو میں پھر برداشت نہیں کروں گا۔ سارا کچھ آپ کے سامنے ہی ہے کہ میری جاب کیسی ہے۔ اکثر ہفتوں گھر سے باہر بھی رہتا ہوں۔ میرے آنے جانے کا کوئی ٹائم نہیں ہے۔" وہ ہر بات واضح ہی کر لینا چاہتا تھا۔

"ہمیں سب خبر ہے جانتے ہیں مگر میرے بھائی ذرا خیال ہے۔ میری نند کچھ نازک مزاج ہے اور پھر اس کی بیماری تم سے مخفی بھی نہیں ہے۔"

"کوئی بیمار ویمار نہیں ہے سارے ڈرامے ہیں، دیکھنا کیسے سیدھا کرتا ہوں۔" اس دن کی توہین بھولی کب تھی۔ وہ اچھی طرح اسے سنا سکتا تھا مگر لحاظ گیا تھا۔

"سنو زیادہ نہیں۔" وہ ڈر ہی گئیں۔

"اروان! وہ واقعی ذہنی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ مجھ سے ڈاکٹر نے کہا تھا نمیل فر کی جتنی جلد شادی کر دی جائے تو ٹھیک ہے اور پھر میں سمجھتی ہوں کہ شادی کے بعد لڑکی اپنے میاں سے قریب ہی ہوتی ہے۔ وہ ہر طرح سے ہینڈل کر سکتا ہے۔" وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے سمجھا رہی تھیں اور وہ سینے پر بازو لپیٹے ان کی معنی خیز باتوں کو سمجھ بھی رہا تھا۔

"لیکن آپی میں پھر بھی اتنا کہنا چاہوں گا کہ نمیل فر کی طرف سے آپ بے فکر ہو جائیں۔ وہ اب میرا مسئلہ ہے لیکن آپ بعد میں اس سے کچھ نہیں پوچھیں گی۔ اگر ذرا بھی آپ نے ہمدردی دکھائی تو وہ کبھی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتی۔"

"میں جانتی ہوں، سمجھتی بھی ہوں کیونکہ ڈاکٹرز بھی یہی کہتے ہیں کہ اس پر کوئی رعب رکھنے والا ہوگا تو یہ پھر اپنے متعلق نہیں بلکہ اس کے متعلق سوچے گی۔" انہوں نے سر ہلایا۔ نمیل فر کے لیے تو وہ ہر بات برداشت کر سکتی تھی۔

"آپ نے اپنی نند صاحبہ سے بھی پوچھ لیا ہے یا نہیں؟" وہ ڈریسنگ ٹیبل سے اپنی رسٹ واچ اٹھا کر کلائی پر باندھنے لگا۔

"پوچھنا کیا ہے، میں نے تو اپنی خفگی اور قسم ہی دی ہے۔ مگر وہ رو رہی ہے۔ تمہارے بہنوئی کو تو اس معاملے میں بولنے کو میں نے منع ہی کر دیا ہے۔"

انہیں نیل فر کی بھی فکر تھی۔ رات ہی تو اسے بھی بتایا تھا۔ اس نے خوب رونا دھونا بھی مچایا مگر وہ بے حس بن گئی تھیں' صرف نیل فر کی خاطر کہ وہ ٹھیک تو ہوجائے گی۔

"شادی کا میں نے چچا جان اور چچی جان سے جلدی کا کہا ہے کیونکہ لمبے عرصے کے لیے نہیں ٹال سکتے۔" وہ گہری سوچ میں مبتلا گویا ہوئیں۔

"جیسے آپ کی مرضی۔" اس نے بھی گویا مکمل رضامندی ہی دے دی تھی۔ پھر جب سارا ہولڈ اس کے ہاتھ میں دیا جارہا تھا تو کوئی ٹینشن کی بات ہی نہ تھی۔

●◐□●◐□
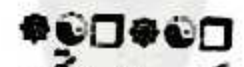
دو دن سے وہ کمرے میں بند تھی۔

"شہوار! کہیں وہ کچھ الٹا سیدھا ہی نہ کرلے۔" فرجاد احمد نیل فر کی شدت پسندی بھی جانتے تھے۔ وہ خود کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتی تھی۔

"اول تو ایسا کرے گی نہیں کیونکہ میں نے اسے رضامند کرلیا ہے۔ کچھ تو احتجاج کرے گی' کرنے دیں میں سنبھال لوں گی۔" انہوں نے مسکرا کر تسلی دی۔

"نیل فر جلدی دروازہ کھولو دیکھو اگر تم مجھے کچھ سمجھتی ہو تو ورنہ پھر اگر میری تمہارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے تو میں گھر فون کرکے منع کردیتی ہوں کہ تم راضی نہیں ہو۔" شہوار نے ذرا سخت لہجے میں کہا تھا۔ اسی وقت کھٹ سے دروازہ کھلا تھا۔ یعنی ان کی جذباتی بات نے اثر دکھایا تھا۔ شہوار ہینڈل گھما کے اندر آچکی تھیں۔ وہ دوبارہ بیڈ پر بیٹھی اپنے اشکوں کو صاف کررہی تھی۔

"نیل فر! اگر تم دل سے راضی نہیں ہو تو میں منع کردیتی ہوں۔" انہوں نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا جو رو رو کے سرخ ہی ہورہا تھا۔ ہرنی جیسی آنکھیں بہت اداس لگ رہی تھیں۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھ سے کہو شاباش میری بچی ہو۔ تم بتاؤ کیا بات ہے کہو مجھ سے نیل فر میں نے تمہیں اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا ہے۔ نہیں بتاؤ گی اپنی بھابی کو جو ماں کی طرح ہی ہے۔" انہوں نے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھا۔ وہ ان سے لپٹ ہی گئی۔

"بھابی! مجھے دنیا کے تمام مردوں سے ڈر لگتا ہے۔ میں کیسے بتاؤں مجھے کیا پریشانی ہے۔"

وہ اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے ہی پکڑنے لگی۔ اتنا جھنجلا رہی تھی کیونکہ وہ شادی کا مفہوم اچھی طرح جانتی تھی۔ اسے یہی تو پریشانی لاحق تھی۔ شہوار جیسے اس کی الجھن سمجھ گئی تھی۔

"اگر تم اروان کی وجہ سے پریشان ہو تو فکر چھوڑ دو میں نے اسے سمجھادیا ہے۔ ہر طرح سے تمہارا خیال رکھے گا۔" انہوں نے اسے اطمینان دلایا۔ وہ لب کچل رہی تھی نگاہ نیچی تھی۔

"بھابی' میں بہت ڈسٹرب ہوں۔ شادی...... آپ سمجھتے نا میں کیسے......" وہ شرم' جھجک میں مبتلا تھی۔ اروان سے اس کی ایسی بے تکلفی بھی نہ تھی کہ وہ اسے سمجھالیتی۔

"دیکھو شادی کے بعد اروان اور تم میاں بیوی ہوگے۔ تم ہر بات' ہر پریشانی اس سے شیئر کرنا' وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ تمہارا ہر طرح سے خیال رکھے گا مگر تم کو اس سے کوئی ضد و بحث نہیں کرنی ہے۔" وہ اسے پیار سے سمجھا بھی رہی تھیں۔ وہ لب بھینچ کر اندر کی پریشانی اور الجھن کو روک رہی تھی۔ جب رضامندی دے دی تو اب احتجاج بھی فضول ہی تھا۔

"میں تمہاری الجھن سمجھ رہی ہوں۔ تم اروان کی طرف سے بے فکر رہو وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔ دیکھنا تم سب بھول جاؤ گی۔" انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔ وہ کچھ ایزی ہوگئی تھی۔

نیل فر نے جلدی سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

●◐□●◐□

شادی کی تاریخ رکھی جاچکی تھی۔ دونوں جانب ہی تیاریاں ہورہی تھیں مگر یہاں جیسے اروان کو کچھ خبر ہی نہ تھی کہ گھر میں کیا ہورہا تھا۔ وہ آج کل کوئٹہ گیا ہوا تھا جہاں کچھ کڈنیپ وغیرہ کا کیس تھا۔ اسی پر مصروف تھا۔ پندرہ دن سے بھی زیادہ ہوگئے تھے وہ گھر نہیں آیا تھا ایسے میں دادی جان کو فکر ہورہی تھی۔

"ارے بڑی دلہن' یہ چھوٹی دلہن کدھر ہے؟" انہوں نے اسماء بانو سے پوچھا جو انہیں دودھ کا کپ دینے آئی تھیں۔

"اماں! وہ اروان کا ابھی فون آیا ہے تو بات کررہی ہیں۔"

"مجھے اروان کے متعلق ہی پوچھنا تھا کہ یہ لڑکا تو گھر سے ایسے نکل کر جاتا ہے کہ جیسے کہ کوئی اس کا ہے ہی نہیں۔" وہ اروان کی اس بے پروائی سے خائف رہتی تھیں۔ اتنے میں حمیرا بیگم چلی آئی تھیں۔ ان کے کپڑے وغیرہ انہوں نے سلوائے تھے۔ وہ دینے آرہی تھیں کہ اروان کا فون آگیا تو وہ ہال کمرے میں سننے چلی گئی تھیں۔

"ہاں تو دلہن' کب آرہا ہے یہ اروان؟" انہوں نے پوچھا۔ حمیرا بیگم ان کی وارڈروب میں ان کے کپڑے رکھ رہی تھیں۔ اسماء بانو بھی وہیں تھیں۔

"آج کہہ رہا ہے کہ کسی بھی وقت آجائے گا۔" انہوں نے بتایا۔

"اسے بتا بھی دیا ہے کہ اس کی شادی میں مہینہ بھی نہیں ہے۔ کبھی وہ بھی بھول جائے۔"

رات کو دو بجے اروان آیا تھا۔ حمیرا بیگم اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں کیونکہ اگر وہ آنے کا کہہ دیتا تھا تو وہ تب تک جاگتی رہتی تھیں جب تک وہ آ نہ جائے۔

"کتنے دن کے لیے ہو اب تم شہر میں؟" انہوں نے اسے فریش ہوکر باتھ روم سے نکلتے دیکھ کر پوچھا۔ وہ ٹاول سے اپنے گیلے بال رگڑ رہا تھا۔

"ابھی تو ہوں لیکن کچھ پتہ نہیں ہے' کسی وقت بھی جانا پڑسکتا ہے۔" اس نے ٹاول اسٹینڈ پر پھیلایا اور وہ ان کا پرسوچ اور متفکر سا چہرہ دیکھ کر کچھ تشویش میں بھی پڑ گیا۔

"امی! کوئی پرابلم ہے' بتایئے؟"

"ہاں! میں یہ سوچ رہی تھی کہ تمہاری شادی کے دن قریب ہی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہورہا ہے کہ نیل فر کہیں مسئلہ کھڑا نہ کردے۔"

"یہ تو آپ لوگوں کو پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ اب مسئلہ کھڑا کرے یا نہ کرے لیکن آپ سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس لڑکی کے دماغ سے یہ نکال دیجیے گا کہ وہ ذہنی طور پر بیمار ہے۔ وہ نارمل ہے۔ خوامخواہ شہوار آپی اور فرجاد بھائی کو ٹینشن دی ہوئی ہے۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم اس کے حادثے سے لاعلم تو نہیں ہو' جانتے ہی ہو۔" وہ خفیف سی ہوگئیں۔

"امی! کوئی ایسا سنگین حادثہ بھی نہیں ہوا تھا۔ خوامخواہ دماغ پر اس نے سوار کرلیا ہے۔" وہ کچھ سنجیدہ اور برہم بھی ہورہا تھا۔

"اروان! ہوسکتا ہے وہ بعد میں تم سے بھی ٹھیک طرح سے بات نہ کرے۔" وہ ڈھکے چھپے لفظ میں اس سے گویا ہوئیں۔ اروان ان کی بات کا مطلب

بھی بخوبی سمجھ گیا تھا۔ وہ متفکر بھی لگ رہی تھیں۔

"امی! اب یہ میرا مسئلہ ہوگا۔ بلکہ یوں کہیے کہ مسئلہ مجھے ہی حل کرنا ہے۔ آپی کو میں نے پہلے ہی مطمئن کردیا ہے۔" اس نے ان کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر مسکراتے انہیں مطمئن کیا۔

"یاد آیا! شہوار تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔ اگر کل صبح جانا نہ ہو تو شہوار کو بلالیتی ہوں۔" انہیں یکدم یاد آیا تو سر پر ہاتھ رکھ کر گویا ہوئیں۔

"ہوں!" اس نے ہوں لمبا ہی کیا تھا مگر انداز میں ایک گہری سوچ بھی تھی۔

"میں فون پر کہہ دوں گی۔ کل وہ آجائے گی۔ مجھے پتہ ہے نیل فر کی وجہ سے کچھ پریشان بھی ہے۔" وہ خود کافی پریشان تھیں کیونکہ نیل فر کی حالت سے وہ بے خبر تو نہ تھیں۔ اروان سب کی سوچوں کو بھی جانتا تھا۔

صبح وہ حسب معمول فجر کے وقت اٹھ گیا تھا۔ نماز وغیرہ ادا کرنے کے بعد جوگنگ پر نکل گیا تھا۔ تقریباً آٹھ بجے گھر آیا تو امی اور تائی امی کو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا پایا تھا۔ وہ بھی چیئر کھسکا کے اخبار کھول کر بیٹھ گیا۔

"شہوار کا فون صبح ہی آگیا ہے۔ وہ دوپہر میں بچوں کے آنے کے بعد آئے گی۔" حمیرا بیگم نے بتایا۔ سویرا اس کے لیے ناشتہ لے کر آئی تھی وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

"میں لنچ کے وقت آجاؤں گا۔ ابھی میری کسی کے ساتھ میٹنگ ہے۔" وہ بتانے لگا اور ساتھ ناشتہ بھی کرنے لگا۔ اس کے کسی دوست کے جاننے والے سائیکاٹرسٹ تھے۔ ان سے نیل فر کے سلسلے میں کچھ بات کرنی تھی۔ کچھ دور اندیش قسم کا بھی تھا، پھر پولیس جیسی نوکری نے اسے کافی محتاط بنادیا تھا۔

"جلدی آجانا۔" انہوں نے یاد دلانے کے ساتھ ہدایت بھی کی تھی۔

وہ جلدی جلدی ناشتہ سے فارغ ہوا اور تیار ہوکر چلا گیا تھا۔ ویسے ہی اس کی زندگی بھاگتی دوڑتی ہی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر سے اس کی اپائنمنٹ گیارہ بجے کا تھا۔

"سنو! میں تو باہر بیٹھوں گا، سارا مسئلہ بلاجھجک کہہ دینا۔" یاسر نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔ وہ کچھ نروس بھی ہو رہا تھا کیونکہ جس قسم کی اسے ان سے باتیں پوچھنی تھیں وہ ضروری بھی تھیں۔ بلیک پینٹ پر اسکائی بلو شرٹ میں اونچا لمبا اروان سب کی نگاہوں کا مرکز بھی بنا ہوا تھا مگر اس لمحے وہ کچھ گھبرا بھی رہا تھا۔

وہ چند لمحے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ ڈاکٹر بھی ادھیڑ ہی عمر کے تھے۔ وہ اروان کو بغور دیکھنے لگے تھے۔ پولیس جیسے محکمے سے تعلق رکھنے والے کو بھی گھبراہٹ ہورہی تھی۔

"مسٹر اروان احمد! آپ کا سارا مسئلہ مجھے یاسر نے بتادیا ہے آپ اتنے نروس نہ ہوں۔" وہ مسکرائے اور اپنی ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر آگئے۔ ایک تو وہ نفسیاتی ڈاکٹر تھے بندے کو دیکھ کر ہی بھانپ جاتے تھے۔

"یہ بتایئے کہ جن سے آپ کی شادی ہونے والی ہے ان کے ساتھ یہ حادثہ کتنے عرصے پہلے ہوا تھا؟" وہ پوچھنے لگے۔

"تقریباً دو سال پہلے۔" وہ نگاہ جھکائے بولا۔

"ویسے تو یہ کوئی اتنی مشکل بات نہیں ہے۔ یہ محترمہ کے دل و دماغ پر ایک خوف طاری ہے اور وہ صنف مخالف سے ڈرتی ہیں اس لیے شادی کے بعد یہ بیماری ختم ہوجاتی ہے کیونکہ کچھ فطری ریلیشن سے وہ ختم ہوجاتی ہے۔" وہ گمبھیر انداز میں بتا رہے تھے۔

اروان بغور سن رہا تھا۔

"سر! پھر مجھے کرنا کیا ہوگا؟" اس نے جھجک کر پوچھا۔

"آپ کو پہلے تو یہ کرنا ہے کہ ان کے دل و دماغ سے یہ بات نکالنی ہے کہ انہیں کوئی بیماری ہے بلکہ وہ نارمل ہیں اس کے بعد آپ انہیں کچھ دن ریلیکس کے لیے چھوڑ دیجیے گا۔ اپنے کام کی ساری ذمہ داری ان پر ڈال دیجیے گا اور اپنا رویہ نارمل ہی رکھیے گا۔ اس سے یہ ہوگا کہ وہ کچھ بھی منفی نہیں سوچیں گی۔"

"سر! اگر کبھی ان پر چیخنے چلانے کا دورہ پڑ گیا تو؟" اروان اس دن کا منظر تو بھولا ہی نہ تھا جب اس نے ذرا سے ٹکرانے پر اتنا شور مچایا تھا کہ اس کی طبیعت بھی خراب ہوگئی تھی۔ یہی بات تو اسے پریشان کررہی تھی۔

"اس وقت پھر آپ ان سے دور رہیں گے۔ اس طرح پھر وہ آپ کے متعلق سوچیں گی بلکہ انہیں پھر اس کیفیت سے ہی بیزاری ہوگی۔ وہ بتدریج آپ کی طرف آجائیں گی۔" وہ کافی حد تک اروان کو مطمئن کرچکے تھے۔ چند ایک ضروری ہدایتیں بھی ڈاکٹر فاکر نے اسے دی تھیں۔ لمبی سانس خارج کرکے وہ کلینک سے باہر ہی آیا تھا۔

"تھینکس یار!"

"یار بھی کہتا ہے اور تھینکس بھی کہہ رہا ہے۔" یاسر نے برا مان کر کہا۔

"یار میں اتنی ٹینشن میں ہوں تجھے نہیں پتہ۔" وہ کچھ بیزار سا بھی لگا۔

"اچھا چل گھر چل کے تجھے تیری بھابی کے ہاتھ کا پلاؤ کھلواتا ہوں۔ اسے لنچ میں بنانے کو کہا تھا۔" یاسر نے اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بھابی کے ہاتھ کا پلاؤ پھر کبھی آکے کھاؤں گا گھر میں شہوار آپی آئی ہوئی ہوں گی۔ ان سے کچھ کام ہے بلکہ انہیں ہے۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرچکا تھا۔ پھر یاسر نے زیادہ تردد نہ کیا۔ دو بجے تک وہ گھر پہنچ گیا تھا۔ شہوار اس کے انتظار میں ہی بیٹھی تھیں۔

"پتہ تھا مجھے تم سے کام ہے پھر بھی چلے گئے۔" وہ اسے ڈانٹنے ہی لگی تھیں۔ اروان نے سر کھجایا اور مسکرا کے انہیں دیکھا۔ وہ ناراض سی بڑی صوفے پر بیٹھی تھیں۔

"کچھ پرسنل کام بھی ہوتے ہیں۔"

"اچھا سنو! مجھے جلدی سے یہ بتادو کہ نیل فر تمہیں پسند تو ہے؟" اچانک ہی ایسا غیر متوقع سوال، اروان تو اچھل ہی گیا بلکہ شہوار کو استفہامیہ انداز میں دیکھا۔

"آپی! آپ کو یہ ضروری بات کرنی تھی؟" اس نے استہزائیہ لہجے میں مسکرا کے پوچھا۔

"اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ بعد میں تم کہیں نیل فر کو ناسپید حانہ کہو۔"

"آپی! آپ کو صرف اپنی نند کا خیال ہے اپنے بھائی کا نہیں ہے۔" وہ خفگی کے ساتھ برا بھی مان گیا۔

"نیل فر کو تم جانتے ہو کیا حالت ہے اس کی۔"

"میری حالت پر بھی رحم کیجیے، جب رشتہ طے ہوگیا تو پوچھنا بے کار ہے۔" وہ اپنے دل کی بات زبان پر لاتے ہوئے کچھ جھجک بھی رہا تھا۔

"اروان! مجھے معاف کردینا، میں نے تم پر یہ ظلم ہی کیا ہے۔" وہ شرمندہ بھی ہو رہی تھیں۔ اروان نے ان کے ہاتھ تسلی کے لیے تھامے۔ وہ آبدیدہ ہی لگ رہی تھیں۔

"کوئی ظلم نہیں کیا ہے اور رہا یہ کہ نیل فر پسند ہے یا نہیں، آپی میں اتنا مصروف بندہ ہوں کہ کبھی سوچا ہی نہیں لیکن آپ اطمینان رکھیے آپ کی نند مجھے پسند

ہے۔بس دعا کریں وہ بھی مجھے پسند کرے۔" مسکرا کے انہیں مطمئن ہی کیا۔شہوار نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا تھا۔

●◐□●◐□

جس دن سے وہ اروان سے منسوب ہوئی تھی اس دن سے ہی اس کی سوچوں میں حیران کن تبدیلی بھی آئی تھی۔ ہر وقت' ہر لمحہ میں اروان سوچوں میں' خیالوں میں رہتا تھا۔اس دن اروان کے ساتھ جو سلوک کیا تھا' اس کا بھی خوف و ڈر سوار تھا مگر یہ ڈر و خوف کی نوعیت اب دوسری ہوگئی تھی۔ وہ بھابی سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی لیکن اگر ان سے بھی نہیں کہے گی تو پھر کس سے کہے گی جب کہ اب شادی میں چند دن ہی باقی تھے۔دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔

"کیا بات ہے لڑکی! کیا سوچا جارہا ہے؟" شہوار نے گم صم دیکھا تو پوچھے بنا رہ ہی نہ سکی تھی۔ پھر وہ جانتی بھی تھیں کہ وہ کیوں چپ چپ سی ہے۔

"کچھ نہیں۔" وہ کچھ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"کچھ تو ہے۔اتنی گم صم سی بیٹھی ہو۔مجھے بتاؤ ایسا کیا سوچا جارہا ہے؟" وہ اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔گلابی کپڑوں میں نیل فر کا سراپا گلابی ہی ہورہا تھا۔

"بھابی! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تمہارے ڈرنے کی وجہ بھی جانتی ہوں' اروان تمہارا بہت خیال رکھے گا لیکن تم اس سے اپنے دل کی ہر بات بلا جھجک شیئر کرنا' پھر دیکھنا ڈر بھی نہیں لگے گا۔"

وہ اسے بڑے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔ وہ لب کچل رہی تھی۔ وہ کیسے دل کی اور باتیں ان سے کہے۔ بھابی کافی دیر تک اسے سمجھاتی رہی تھیں۔ شادی کے دن جتنے قریب آرہے تھے اس پر اداسی چھا رہی تھی۔فرجاد احمد تو اپنی بہن کی آنکھوں میں ذرا بھی آنسو نہیں دیکھنا چاہتے تھے مگر نیل فر اپنے بھائی کو اپنی وجہ سے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا کہ جب تک وہ اپنا ڈر و خوف خود نہیں نکالے گی تو اسی طرح اضطرابی کیفیت میں رہے گی۔ پھر وہ اس بات کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا کہ وہ اگر اغوا ہوئی تھی تو اسے کوئی بھی گزند نہیں پہنچ سکی تھی۔اس نے اپنی آبرو' عزت کی حفاظت کے لیے ہی وہاں سے دوڑ لگائی تھی۔ مسلسل دو دن چلتے رہنے کی وجہ سے اس کا ذہنی توازن کچھ بگڑ سا گیا تھا مگر فرجاد احمد نے اس کے علاج پر کوئی بھی ڈاکٹر نہ چھوڑا تھا اور ہر ڈاکٹر نے یہی کہا تھا کہ وہ خود جب تک نہیں چاہے گی ٹھیک نہیں ہوسکتی۔

آج اس نے پوری رات یہی سوچا کہ وہ خود اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرے گی۔اپنے بھائی اور بھابی کو مزید تنگ نہیں کرے گی اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی مشکل کھڑی کرے گی۔ گھر والوں کا آپ رہا تھا۔خود کو یقین دلاتا اور مضبوط کرتا تھا' کڑے مراحل سے وہ گزر رہی تھی مگر اسے خود نے ہی یہ ارادہ باندھنا تھا کہ اپنے آپ کو نارمل کرنا ہے۔

●◐□●◐□

"ارے دلہن اس لڑکے کو دیکھو' کچھ خبر ہی نہیں دیتا ہے۔ مایوں' مہندی تو ہم نے اس کے بغیر ہی کردی ہے۔شادی کا دن بھی اسے یاد ہے یا نہیں۔" دادی جان کو اروان پر غصہ آرہا تھا جو پچھلے چار دنوں سے کوئٹہ گیا ہوا تھا اور یہ کہہ کر گیا تھا کہ مہندی کی رات آجائے گا۔

"امی! بھائی کا موبائل آف جارہا ہے۔" فارنا نے انہیں اطلاع دی۔

وہ بھی متفکری لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔نیل فر تو دلہن بن بیٹھ چکی تھی۔پھر یہ ایک عزت کی بات تھی کہ اروان کی بے خبری اور لاتعلقی انہیں ہول اٹھا رہی تھی۔

"لڑکے کو کچھ احساس بھی ہے' کل بارات جانی ہے۔" دادی جان تیز لہجے میں برہم ہونے لگی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں چچا جان' تایا ابو بھی آگئے۔فکر تو سب کو ہی تھی۔شام سے رات ہوگئی مگر اروان سے کوئی رابطہ ہی نہیں ہورہا تھا۔

"چچی جان! آگئے اروان بھائی۔" لبینہ نے دور سے ہی ہانک لگائی۔سب ہی چونک گئے۔اروان سب کے پریشان چہروں کو دیکھ کر کچھ شرمندہ سا ہوگیا۔رضوان احمد کی خشمگیں نگاہوں نے اس کا طواف کیا۔

"اپنا موبائل تک آف رکھتے ہو۔تم انتیلی جنس میں کیسے ہو' کچھ خبر ہے موبائل کو آن رکھنا پڑتا ہے؟" انہوں نے درشت لہجے میں گویا اسے جتایا۔

"وہ اصل میں دو دن سے چارج نہیں کیا تھا' آج ہی بیٹری ڈاؤن ہوئی ہے۔" وہ خفیف سا ہوگیا۔حمیرا بیگم نے گویا شکر بھرا سانس لیا تھا کہ وہ آگیا تھا۔

"بیٹا! ہم تو پریشان ہورہے تھے کہ پتہ نہیں تمہیں خبر بھی ہے کہ نہیں۔کل تمہاری شادی ہے۔" دادی جان نے بھی گویا اسے سخت سست سنایا۔

"سوری! بس کچھ کیس ہی ایسا ہے کہ خبر نہیں رہی' آج بھی مشکل سے آیا ہوں۔"

"کتنے دن کی چھٹی پر آئے ہو؟" حمیرا بیگم نے استفسار کیا۔

"ابھی تو ہوں' فکر نہ کریں اتنی جلدی نہیں جاؤں گا۔" وہ ان سب کو یہ بتا کر اور فکر میں نہیں مبتلا کرنا چاہ رہا تھا کہ اسے ان دو دنوں میں کسی بھی وقت پھر کوئٹہ کے لیے روانہ ہونا ہے' اسمگلنگ کا کیس تھا۔

"اچھا تم جلدی سے فریش ہو کر کھانا کھالو۔تھکے ہوئے بھی لگ رہے ہو۔" حمیرا بیگم نے اس کی تھکن چہرے پر دیکھ لی تھی۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو اس پر آنکھیں تک نیند سے سرخ ہی لگ رہی تھیں۔وہ فوراً ہی اٹھ گیا تھا۔جیسے ہی اپنے کمرے میں آیا وہاں کا نقشہ دیکھ کر حیرانگی سے جھٹکا کھا کر رہ گیا۔پورے کمرے میں سجاوٹ کی ہوئی تھی۔لب مسکرا دیے یعنی کل کے دن وہ لڑکی اس کی زندگی میں شامل ہوجائے گی اور یہاں روبرو ہوگی۔ وارڈروب کھول کر اپنا ایزی سا قمیص شلوار لے کر باتھ روم میں گھس گیا۔ باتھ لینے کے بعد اس نے کھانا کھایا۔نیند کا غلبہ بھی ہورہا تھا۔پورا بیڈ ہی سجا ہوا تھا۔وہ دھڑ سے لیٹتے ہی سو گیا تھا۔

حسب معمول وہ صبح ہی اٹھا تھا گھر میں ایک شور تھا۔سب ہی بارات لے جانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔اروان سب کی تیاریاں دیکھ رہا تھا۔اس کا دوست یاسر اس سے ملنے پہلے ہی آگیا تھا۔تیاری میں اس کی مدد کی تھی۔اروان آف وائٹ شیروانی اور کلاہ میں خاصا جاذب نظر لگ رہا تھا۔دادی جان نے دعائیں دینے کے ساتھ جھٹ نظر بھی اتاری تھی۔

"بھائی اپنا موبائل مجھے دیں۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی فاران نے اس سے کہا۔

"کیوں؟" وہ جیسے سمجھا نہیں۔

"دادی جان نے کہا ہے کہ آپ کا موبائل لے لیا جائے ورنہ آپ کو موبائل چین نہیں لینے دے گا۔"

"قطعی نہیں۔" اس نے فاران کو سخت لہجے میں منع کیا تھا۔ بارات نکلنے کو تیار تھی جبکہ صبح سے ہی اروان کے موبائل پر کالز آرہی تھیں کہ اسے کوئٹہ جانا تھا۔ وہ سچویشن ایسی تھی کہ جا بھی نہیں سکتا تھا۔بارات گیارہ بجے پہنچ گئی تھی۔نکاح بھی جلدی ہی ہوگیا تھا۔بلڈ رنگ لہنگے میں نیل فر کو جیولری میک اپ نے اور دلکش

بنادیا تھا۔ وہ سر جھکائے اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اروان مسلسل موبائل پر بات کررہا تھا مگر آواز اتنی آہستہ تھی کہ وہ سن نہیں پارہی تھی۔

"پلیز آپی! رخصتی کا مرحلہ جلدی طے کیجئے۔" اس نے اسٹیج پر آپی شہوار آپی سے کہا۔ وہ مسکرانے لگیں مگر اس لمحے اروان جھینپا ہی نہ تھا۔

ڈنر کے بعد جلدی رخصتی بھی عمل میں آ گئی۔

فرجاد احمد نے اروان سے رخصتی کے وقت کافی کچھ کہا تھا کہ ان کی بہن کا خیال رکھنا' وہ بہت حساس ہے۔ نیل فر اس لمحے بس رو رہی تھی۔

❀◐□❀◐□

اسے اروان کے خوبصورت سے سجے سجائے بیڈ روم میں بٹھادیا گیا تھا۔ دل کی دھک دھک بڑھ گئی تھی۔ ہاتھوں' پیروں میں پسینہ تھا مگر اس بار وہ ڈر و خوف نہ تھا بلکہ اروان کی بارعب شخصیت کا ڈر تھا جسے اسے فیس کرنا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ بھاری قدموں سے اندر آیا۔ نیل فر نے پہلو بدلا تھا۔ اسی وقت اس خوابناک ماحول میں اس کے وجود کی مسحور کن مہک اور چوڑیوں کا شور اروان کو متوجہ کرگیا تھا۔ وہ اس پری پیکر کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا جس کا انگ انگ صرف اس کے لیے ہی سجایا گیا تھا۔ اچٹتی نگاہ ڈالی مگر نگاہ تو پلٹنا گوارہ کر ہی نہیں رہی تھی۔ وسیع و عریض بیڈ پر سیج کی لڑیوں سے جھانکتا ہوا وجود اروان نے لب بھینچ لیے اور کپڑے چینج کرنے باتھ روم میں گھس گیا۔ نیل فر کے لب کانپ رہے تھے۔ وہ اس رات کے فطری تقاضوں کو بھی اچھی طرح جانتی تھی پھر بھابی کی ہدایتیں' سب ہی اس کا دل دھڑکا رہی تھیں۔ وہ کپڑے چینج کرکے آچکا تھا۔ ایزی سا اسکائی بلو قمیص شلوار جس میں وہ پروقار اور مردانگی کا شاہکار ہی لگ رہا تھا۔ وہ بیڈ پر ہی آ گیا۔ وہ سکڑ سمٹ ہی گئی۔

"مجھ سے آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" گمبھیر آواز میں گویا ہوا مگر لہجے میں رکھائی سی تھی۔ نیل فر نے محسوس بھی کیا۔ اپنے سرخ لپ اسٹک سے مزین نازک لبوں کو بھینچ لیا۔

"بقول آپ کے بہت شوق ہوتا ہے ہم مردوں کو بہانے سے لڑکیوں کو چھونے کا اور آج اتفاق دیکھئے مجھے بہانے کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ پرمٹ' سرٹیفکیٹ ہے میرے پاس' جائز ذرائع ہیں میرے پاس۔" لہجے میں معنی خیزی اور طنز بھی تھا۔

نیل فر کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اسے تو توقع بھی نہیں تھی کہ سماعتیں یہ سب بھی سنیں گی۔ بھابی نے تو کہا تھا اروان تمہارا بہت خیال رکھے گا مگر یہ شخص تو لفظوں کی سنگ باری ہی کررہا تھا۔ آنکھوں میں نمی در آئی' اس لمحے نہ ڈر تھا نہ خوف تھا بس ایک دکھ تھا افسوس تھا جس سے زندگی بھر کا ناتا جوڑنے آگئی ہے وہ کتنا روڈ ہوگا۔ وہ اس کے قریب ہی نیم دراز تھا۔ نگاہوں میں کچھ ایسی وارفتگی و والہانہ پن تھا کہ نیل فر کا دل بے ہنگم انداز میں دھڑکا۔ اروان نے نگاہ ہٹالی۔

"میں ساری زندگی آپ کو نہیں چھوؤں گا' یاد رکھیئے گا۔" یکدم ہی دھماکہ...... نیل فر کے ہاتھوں سے آنچل چھوٹ گیا۔ اروان نے حواس باختہ اس کا چہرہ دیکھا تو مبہوت زدہ رہ گیا۔ اس نے تو اپنے مزاج و طبیعت کے برعکس ہی اتنے مضبوط انداز میں سامنا کیا تھا۔

"تھینکس! آپ نے میری مشکل آسان کردی۔ میں ویسے ہی ایک ناپسندیدہ پروفیشن والے شخص کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگر اپنے بھائی اور بھابی کا خیال نہ ہوتا تو میں اپنی ضد پر اڑ بھی سکتی تھی۔" اسے اروان کے سرد مہر اور بے نیاز لب و لہجے پر رونا ہی آرہا تھا مگر اسے خود کو پراعتماد اور مضبوط بھی تو ظاہر کرنا تھا۔ وہ ساری زندگی اس رشتے کو نبھائے گی' اپنے بھائی' بھابی کو کچھ نہیں بتائے گی۔

نیل فر کے سرخ عارضوں پر سیاہ دراز پلکیں لرز رہی تھیں۔ وہ اپنے نفس کے گھوڑے کی لگام کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا کیونکہ نیل فر کے دل و دماغ سے خوف نکالنے کے لیے یہ سب بھی ضروری تھا۔ وہ بیڈ سے دوسری سائیڈ سے اترنے لگی تھی۔ اروان کا موبائل بیپ دینے لگا جو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا تھا۔ تیزی سے اٹھا اور ریسیو کرلیا۔ نیل فر رک گئی۔ وہ راہ میں حائل تھا۔ نگاہ تو اس مغرور شخص کو دیکھنا گوارا ہی نہیں کررہی تھی مگر یہ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ موبائل پر بات کررہا تھا۔

"اوکے۔ اوکے' یار میں پہنچتا ہوں۔" وہ عجلت میں آ گیا۔

"آج ہی شادی میری ہوگئی ہے۔ پھر اہم فریضہ نکاح کا ہوتا ہے' وہ انجام پاگیا ہے۔ میں آتا ہوں' تم گاڑی الرٹ کرواؤ۔" اس نے دوسری جانب شخص کو ہدایتیں دینے کے بعد موبائل آف کیا۔ فوراً وارڈ روب سے بیگ نکالا۔ اپنے چند کپڑے اور ضرورت کی چیزیں' کچھ ڈریسنگ ٹیبل سے تو کچھ باتھ روم سے اٹھا کر جلدی جلدی بیگ میں رکھنے لگا۔ نیل فر حیرت و انبساط سے کھڑی اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی۔ ایک ڈبا اسے تھمایا جو نیل فر نے جھٹک کے لیا۔

"اگر تم میرے ساتھ فیئر ہوتیں یا میرے لیے تمہارے دل میں ذرا بھی گنجائش ہوتی تو ضرور میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے پہناتا' خیر اٹس اوکے یہ آپ کا گفٹ ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولتا اتنا کڑوا اور طنزیہ لگ رہا تھا کہ وہ لب کچلنے لگی۔ چند لمحوں میں وہ باتھ روم میں کپڑے چینج کرکے آیا۔ بلیک پینٹ شرٹ پر بلیک لیدر کی جیکٹ میں ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ وہ تذبذب کا شکار کہ جواب میں وہ معافی مانگے یا کیا کرے۔

"مجھے ابھی کوئٹہ کے لیے جانا ہے۔ شاید دس پندرہ دن لگ جائیں۔ جانا ضروری ہے ورنہ رک جاتا اور ہاں سب گھر والے آپ سے پوچھیں گے بھی اس لیے جتنا بتایا ہے اتنا ہی بتائیے گا۔" گویا حکم تھا یہ بھی۔ اس نے بیگ اٹھایا' الوداعی نگاہ ڈالی۔ دل تو کہہ رہا تھا صرف چند لمحے وہ اس کی قربت کے حاصل کرلے جو صرف اس کی ہے۔ سر جھٹکتا ہوا وہ بے پاؤں نکل گیا تھا۔

نیل فر کی آنکھوں میں آنسو تو آئے مگر روک لیے بلکہ لب اروان کے لیے دعا گو تھے کہ وہ جس مشن پر جارہا ہے اسے کامیابی نصیب ہو۔ وہ حیران تھی اپنی اس بدلتی کیفیت پر۔ صرف ایک دن میں اس کی سوچوں میں فرق آیا۔ خود میں اس نے اعتماد اور مضبوطی بھی نوٹ کی تھی۔ شاید یہ اروان کا تحفظ ہی تھا۔ کپڑے چینج کرنے کے بعد وہ بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ اس کی ایسی معنی خیز رات جس میں وہ تو تھی مگر شوخی و شرارت کرنے والا نہ تھا۔ دل اروان کی طرف ہمک رہا تھا۔ اس کے لہجے کی گمبھیرتا میں وہ کھوئی گئی تھی۔ مگر سوچ لیا تھا کہ اروان کا دل جیتنے کی کوشش کرے گی' جس نے اتنا سنگین حادثہ جس کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی قبول کیا تھا۔ وہ بھی مرد تھا' الٹی سیدھی سوچیں آ ہی رہی ہوں گی۔ شاید وہ ان چھوئی نہ ہو۔ دل پھر بے چین ہوگیا کہ اروان کا یہ رویہ اسی وجہ سے تو نہیں تھا۔

دوسرے دن صبح میں جلدی اٹھ گئی تھی۔ حمیرا بیگم

اس کے کمرے میں ناک کر کے آ گئی تھیں۔ نیل فر کو تنہا دیکھ کر حیران ہی ہوگئی تھیں۔ اروان کی بابت اس سے پوچھا۔

"تم نے کیا کہا تھا؟" اروان پر اب خفا ہی ہونے لگی تھیں کہ اس نے ذرا بھی نیل فر کا خیال نہ کیا اور چلا گیا۔ وہ سر جھکائے گلابی کپڑوں میں سادہ سے سراپا میں بیٹھی تھی۔

"وہ جیسے ہی کمرے میں آئے ان کا فون آ گیا تھا۔ مجھے بس اتنا ہی کہا تھا کہ دس پندرہ دن لگ جائیں گے۔" شرمائے ہوئے لہجے میں اس نے اتنا ہی بتایا۔ دیگر باتوں کو مخفی ہی رکھا۔ حمیرا بیگم سر پکڑ کر رہ گئیں۔ گھر میں سب کو پتہ چل گیا تھا۔ سب کو غصہ بھی آ رہا تھا۔ اتنے میں نیل فر کے گھر والے بھی آ گئے تھے۔ شہوار کو پتہ چلا تو وہ بھی شاک میں آ گئیں۔ وہ اس سے ملنے کمرے میں ہی آ گئی تھیں۔

"بھابی! انہیں ایمرجنسی میں جانا پڑ گیا تھا۔" وہ کچھ منمناتے ہوئے آہستگی سے گویا ہوئی۔

"تم نے روکا نہیں اسے۔" انہیں نیل فر پر بھی غصہ آ رہا تھا جس نے اروان کو جانے دیا تھا۔

"کیسے روکتی میں؟" وہ منمنائی۔ کچھ منہ بھی بسورا۔

"نیل فر! کچھ گڑبڑ تو نہیں کر دی تم نے؟" وہ شاکی لہجے میں تشویش بھرے انداز میں اس کا تنقیدی جائزہ بھی لینے لگیں جو سر جھکائے اپنے تاثرات بھی چھپا رہی تھی کہ بھابی کچھ اور ہی اخذ نہ کر لیں۔

"کوئی گڑبڑ نہیں کی میں نے۔ ان کی کال ہی غلط ٹائم پر آئی۔ الٹا مجھے غصہ ہی آ رہا تھا مگر سچویشن ایسی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ منہ بند رکھنا ہے۔" معصومیت و سادگی سے بولتی ہوئی انہیں پیاری لگی تو وہ پھر خاموش ہو گئیں۔ اسے وہ گھر لے گئی تھیں کیونکہ ولیمہ تو کینسل ہی کرنا پڑا تھا کہ اروان کی موجودگی جو نہ تھی۔

تین چار دن وہ گھر رہ کر آ گئی تھی۔ حمیرا بیگم چاہتی تھیں کہ وہ اروان کے پیچھے کچھ سیٹ ہو جائے تاکہ اسے بھی کوئی پرابلم نہ ہو۔ گھر کے کاموں میں بھی حصہ لینے لگی تھی۔ پھر دادی جان کی روک ٹوک بھی رہتی تھی تو وہ کچھ محتاط بھی رہتی تھی دن بھر کے کاموں میں۔ رات کو وہ سویرا اور لبینہ کے ساتھ مل کر ٹی وی وغیرہ دیکھ لیتی تھیں۔

"بڑی دلہن! کچھ خیر خبر بھی دے رہا ہے یہ لڑکا یا نہیں؟" انہوں نے حمیرا بیگم سے پوچھا۔ نیل فر بھی ان کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ اروان کی آہٹوں کے تو اب کان ہر وقت منتظر ہی رہتے تھے۔

"آپ بے فکر رہیے، فون برابر کر رہا ہے وہ۔" انہوں نے گلابی کپڑوں میں ملبوس لائٹ سے میک اپ میں نیل فر کا پہلو بدلنا دیکھا۔ انہیں اس کے سامنے شرمندگی سی ہوتی تھی۔ اروان پہلی رات ہی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"نیل فر سے بات بھی کی یا نہیں؟" اتنے میں گھر کے باقی لوگ بھی وہاں آ گئے تو ایک محفل سی جم گئی۔ ایسے میں نیل فر کو اروان کے حوالے سے چھیڑا جاتا تو اسے اور بھی شرم محسوس ہوتی تھی۔

رات کو تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔ اروان کو گئے پندرہ دن ہو گئے تھے مگر اس کی خوشبو ابھی تک اس کمرے میں بسی ہوئی تھی۔ وسیع و عریض کشادہ بیڈ روم اسٹائلش فرنیچر زسب قرینے سے سجا ہوا تھا البتہ نیل فر نے بیڈ سے سیج کی لڑیاں ہٹا دی تھیں مگر کمرہ ہنوز ویسا ہی سجا

ہوا تھا۔ تکیہ پر سر رکھے وہ اروان کو ہی سوچ رہی تھی۔ اولین شب کے وہ کٹیلے اور روکھے جملے وہ بھولی نہ تھی مگر ان سب کی ذمہ دار وہ تھی۔ اتنے سے دنوں میں ہی اس کے دل و دماغ کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ اب تو سونے سے پہلے جو ٹیبلٹ کھاتی تھی وہ تک چھوڑ دی تھی ورنہ اس کے بغیر تو اسے نیند ہی نہیں آتی تھی۔

اروان نے اپنی اہمیت منوالی تھی۔ اس کا اندازہ نیل فر کو ہو گیا تھا۔ ہر آہٹ پر وہ اس کی ہی منتظر رہتی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ سخت ناراض ہے بدگمان ہے مگر اسے منانا تھا جس نے جانتے بوجھتے ایک نفسیاتی مریضہ کو اپنا شریک سفر بنایا تھا۔

شام کی چائے اکثر سارے ساتھ پیتے تھے۔ سامنے اروان کو دیکھ کر چونک گئی اور جھجک سی گئی۔ روان نے اسے کاسنی جارجٹ کے پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس سجا سنورا دیکھا تو دل خوش گمان ہی ہو گیا کہ شاید اس کے لیے ہی یہ سارا سنگھار ہے۔

"نو تھینکس! مجھے چائے کی طلب نہیں ہے۔" لہجے میں طنز کے ساتھ معنی خیزی تھی۔ وہ خجل سی ہو گئی۔ ایک دم اروان اٹھ کر بیٹھا۔

"کیا چوروں کی طرح تو چلا گیا تھا" دادی جان نے خفگی سے کہا۔

"چوروں کو پکڑنے گیا تھا حالانکہ کچھ لوگ ہم پولیس والوں کو ڈاکو لٹیرے چور کہتے ہیں۔" پھر طنز کے ساتھ اشارہ نیل فر کی جانب تھا۔

"نیل فر! اروان کو پہلے کھانا وغیرہ دے دو۔"

"امی! کھانا کھا چکا ہوں اور کچھ آرام کروں گا۔ اتنی راتوں سے سویا نہیں ہوں۔" اس کی سحر انگیز آنکھیں کچھ سرخ بھی ہو رہی تھیں۔

"پھر بھی نیل فر تم کچھ کھانے کے لیے لے جاؤ۔" انہوں نے جان بوجھ کر نیل فر کو جانے کو کہا تاکہ کچھ تو دونوں کو موقع ملے۔ اروان انگڑائی لیتا ہوا اپنا بیگ اٹھا کر کمرے میں چلا گیا۔

نیل فر کے ہاتھوں پیروں میں گھبراہٹ کے مارے پسینہ ہی آنے لگا۔ چائے کے ساتھ کچھ بسکٹ وغیرہ رکھتے اور دھڑکتے دل کے ساتھ وہ کمرے میں آ گئی تھی۔ وہ بیڈ پر دراز تھا۔ نگاہ ترچھی کی تو جانے کیوں وہ ہٹا ہی نہ پایا۔ پھر ان بیس دنوں میں وہ اس کے دل کے اندر ہلچل ہی مچاتی رہی تھی۔ کتنی مشکل سے وہ خود کو سنبھال کر اس رات نکلا تھا ورنہ تو دل اکسا رہا تھا کہ بس چند لمحے ہی مل جائیں۔ سبک خرامی سے چلتی ہوئی اس کے سامنے سراپا سوال تھی۔

"سوری! میں چائے وغیرہ کچھ نہیں لوں گا۔ مجھے سونا ہے۔" انداز روٹھا روٹھا ناراضگی لیے ہوئے تھا۔ نیل فر کو اس لمحے اس کی رکھائی رلانے ہی لگی۔ فوراً مڑ گئی۔

"سنیئے محترمہ یہ چائے کی ٹرے یہیں رکھ دیں جب تک میں سو رہا ہوں آپ کمرے سے باہر نکل جائیں گی۔" گویا نیا حکم جاری کیا۔ وہ چونک گئی۔ اروان کا سنجیدہ لہجہ خاصا اجنبیت سے پُر بھی لگا۔

"کیونکہ کمرے سے اگر آپ باہر گئیں تو دادی جان ضرور سوالات کریں گی۔ یقیناً اس دن بھی آپ سے کیے ہوں گے سب نے ہی۔" وہ پوچھنے لگا۔

"لیکن میں نے کسی کو کچھ ایسا نہیں بتایا۔ کوئی سوالات کرتا۔" اسے غصہ تو آ رہا تھا مگر اس بات پہ ضبط ہی کرتا تھا پھر ساتھ ساتھ بھابی کی ہدایت تھیں کہ اروان کو کوئی شکایت نہ ہو۔

"مگر مجھ سے تو کیے گئے ہیں نا۔" وہ کروٹ بدلنے لگا۔

نیل فر لب کچلتی ہوئی سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ اروان نے مزید بات نہ کی۔ شام کے وقت وہ سو گیا تو مجبوراً وہ زبردستی یہاں بیٹھی ہوئی تھی مگر دل بہت اداس ہو گیا تھا۔ اتنے دنوں بعد وہ آیا تھا مگر اول دن کی طرح ہی روکھا اور سرد مہر تھا۔

دوسرے دن وہ حسب معمول صبح سویرے ہی اٹھا تھا۔ ناشتہ اس نے لان میں کیا تھا کیونکہ صبح کی تازہ ہوا میں وہ کچھ دیر ضرور بیٹھتا تھا۔ نیل فر بھی جلدی ہی اٹھ گئی تھی۔ دل تو کل سے اس کا کافی اداس تھا۔ اروان کا سرد مہر اور لاتعلق انداز کافی رنجیدہ کر رہا تھا۔ بے دلی سے ناشتہ کیا تھا۔ اتنے میں اروان اخبار لیے چلا آیا تھا۔ اس نے چونک کر لمبے چوڑے ڈیسنٹ سے اروان کو چور نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"سویرے اٹھنے کی عادت میرے بچے کو شروع سے ہی ہے۔" دادی جان نے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا جو جواب میں مسکرا ہی رہا تھا۔

"پتہ نہیں کیوں مجھ سے دیر تک سویا ہی نہیں جاتا۔"

نیل فر جلدی جلدی ناشتہ کرنے کے بعد ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھانے لگی تھی۔ دادی جان بھی ڈائننگ ہال سے نکل کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔ اروان بھی فریش ہونے کمرے میں جانے لگا۔

"اروان! بات سنو میری۔" تمیرا بیگم نے اسے پکڑ لیا جو اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ مؤدب بن کر ان کی جانب گھوما جو کچھ پرسوچ اور متفکر سی بھی لگ رہی تھیں۔ اروان نے ان کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔

"تم آج نیل فر کو اس کے میکے لے جاؤ کیونکہ تمہارا ولیمہ تو رہ ہی گیا ہے۔ پھر شادی کے بعد وہ اس طرف ایک بار گئی ہے۔ اب تم آ گئے ہو تو خود لے کے جاؤ۔" وہ اسے احساس دلانے لگیں کہ وہ اس گھر کا داماد بھی ہے۔

"میرا ارادہ ہے جانے کا' مجھے فراز کی طرف بھی جانا ہے۔" ساتھ ہی اپنے اگلے پروگرام سے بھی آگاہ کیا تھا۔ انہوں نے مسکرا کے اپنے فرمانبردار بیٹے کے رخسار پر چپکی دی تھی۔

کمرے میں آنے کے بعد وہ بیڈ پر نیم دراز ہو گیا تھا۔ کچھ ہی لمحوں میں نیل فر بھی چلی آئی کیونکہ یہ امی کا آرڈر تھا کہ میرے کمرے میں جاتے ہی اسے بھی آنا ہے۔

"جلدی سے آپ تیاری کریں' آپ کے میکے بھی جانا ہے پھر وہاں سے میرے دوست کے گھر ڈنر ہے تو وہاں بھی جانا ہے۔" اس نے خاموش سی نیل فر کو گویا حکم دیا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ ناں کرنے کا تو سوال ہی نہ تھا۔

وہ تو فریش ہو کر اپنے کسی ضروری کام سے نکل گیا تھا مگر اسے دوپہر تک تیار ہونے کا کہا تھا۔ دونوں چار بجے کے قریب نکلے تھے۔ گھر پہنچتے ہی اروان کا تو اتنا زبردست استقبال ہوا تھا کہ وہ جھینپ گیا تھا۔

"پہلے جلدی سے یہ بتاؤ لمبی چھٹیوں پر ہو نا؟" شہوار نے معنی خیزی سے پوچھا۔ اروان پہلو بدل کر رہ گیا۔ سامنے فرجاد بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے وہ ذرا مؤدب انداز میں گفتگو کرتا تھا۔

"جی! کچھ ایسا ہی ارادہ ہے۔" مبہم سا مسکرایا۔

"ہماری گڑیا سی بہن کیسی ہے؟" فرجاد نے خاموش بیٹھی نیل فر کو اپنے حصار میں لیا جو مسکرا کے رہ گئی۔ اروان نے اچٹتی نگاہ ڈالی جو کل سے مزید خاموش ہو گئی تھی۔

"بالکل ٹھیک ہوں۔" فریش انداز ظاہر کیا۔

شہوار نے زبردستی رات کے کھانے پر روک لیا۔ اروان نے پھر فراز کو موبائل پر کال کر کے منع کیا کہ وہ ان کی طرف کل آئے گا۔

"یہ بتاؤ اروان نے کوئی شرارت کی؟" شہوار

سرگوشی میں اس سے پوچھنے لگیں جوان کے ساتھ کچن میں لگی ہوئی تھی۔

"فرصت ہی کب تھی۔ موصوف تو اتنے تھکے ہوئے تھے کہ سو گئے۔" اسے اروان پر غصہ تو تھا ہی مگر اس نے یہ بھی سوچا ہوا تھا کہ بھابی سے کوئی اروان کے متعلق غلط بات بھی نہیں کرے گی ورنہ پھر وہ فکر مند ہو جائیں گی۔

"آپ فکر نہ کریں' میرے میاں ہیں' سنبھال لوں گی۔" جھٹ بشاشت ظاہر کر کے ان کا دھیان بٹایا اور کھانا لگوانے لگی۔ پھر شہوار نے مزید اس سے نہ پوچھا۔ کچھ نیل فر بھی محتاط ہو گئی تھی۔

❀◐□❀◐□

جیسے ہی وہ کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے ٹیبلٹ کی شیشی نکالی اور ٹیبلٹ اپنی بائیں ہتھیلی پر نکالی۔ ذہن اس کا آج بہت تھک رہا تھا۔ دل کر رہا تھا کہ زور زور سے چیخے۔ اسی وقت اروان نے اس کے ہاتھ سے ٹیبلٹ جھپٹ لی۔ وہ حواس باختہ ہی ہو گئی۔

"میں نے کون سی ٹینشن دے دی کہ آپ کو ان ٹیبلٹ کی ضرورت پڑ گئی؟" لہجے میں طنز اور ناگواری تھی۔ نیل فر لب کچل رہی تھی۔

"پلیز! میں بہت ڈسٹرب ہوں' مجھے یہ ٹیبلٹ کھانی ہے۔" وہ اس سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی مگر اس وقت نیل فر کا چہرہ مرجھایا ہوا سا لگ رہا تھا۔

"یہ ٹیبلٹ آپ کو اور ڈسٹرب کرے گی آج کے بعد آپ کوئی میڈیسن نہیں لیں گی۔"

"پتہ ہے آپ کو کہ میں نفسیاتی مریضہ ہوں۔" گویا جل کے طنز کیا۔ اروان نے اس کے قریب آ کے اس کا چہرہ دیکھا جو جھکا ہوا تھا۔

"آپ کا تو دماغ درست کرنا پڑے گا۔ یہ نفسیاتی مریضہ کا بھی خوب ڈرامہ رچایا ہے آپ نے۔" اس نے تمسخر اڑایا اور شیشی کو کمرے میں رکھے ڈسٹ بن کی نذر کر دیا۔ نیل فر سنگ کے رہ گئی کیونکہ وہ اروان کو کچھ کہنا بھی نہیں چاہ رہی تھی۔ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔ اروان گھبرا گیا کہ کہیں اس درمیان رات میں گھر میں ہنگامہ ہی نہ کر دے۔ وہ بھی اس سرپھری کے پیچھے دوڑا جو جانے کہاں چلی گئی تھی۔ شکر ہے وہ کچن میں ہی نظر آ گئی۔

"چلیے کمرے میں۔ خوامخواہ اگر کسی کو بھی الٹی سیدھی سن گن مل گئی تو مجھے ہی پکڑا جائے گا۔"

وہ جان بوجھ کر نیل فر کو تپا رہا تھا تاکہ وہ جواب میں اپنا کوئی ردعمل تو ظاہر کرے مگر وہ ترحم بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ اروان کو اس لمحے وہ چھوٹی سی ڈری سہمی ناراض سی بچی لگ رہی تھی۔ نیل فر اس وارفتگی سے گھبرا کر کچن سے نکلی۔ وہ بھی تیزی سے پیچھے آیا۔ کمرے کا دروازہ اس نے دھڑ سے بند کیا تھا۔

"میرے سر میں درد ہے۔ پلیز' مجھے آج یہ ٹیبلٹ کھانے دیں۔" وہ روہانسی اور بے بس سی ہو رہی تھی۔ گلابی کپڑوں میں اس کا حسن بھی کچھ مرجھایا ہوا لگ رہا تھا۔ اروان نے اپنی نگاہوں میں اس کا روپ جذب کیا۔

"آج سے آپ کوئی ٹیبلٹ نہیں کھائیں گی اور اگر نیند وغیرہ کا ایسا مسئلہ ہے تو کل میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلیے گا۔" وہ نرم سے لہجے میں مخاطب ہوا اور خود وسیع و عریض بیڈ پر دراز ہو گیا۔ نیل فر مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق تلملاتی ہوئی دوسری جانب دراز ہو گئی تھی۔ اسے اروان کا اجنبیت والا انداز ڈسٹرب کر رہا تھا جو کوئی لمحہ طنز سے خالی نہیں جانے دیتا تھا۔

دوسرے دن وہ سارے کاموں سے فارغ ہوا تو اروان نے اسے چلنے کو کہہ دیا۔ وہ سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

"میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے۔" وہ منمنائی مگر آہستگی سے تاکہ وہاں موجود لوگ نہ سن لیں۔ اروان نے مسکرا کر دیکھا جو کچھ شرمندہ بھی لگ رہی تھی۔

"چلیے تو پھر میری طبیعت خراب ہے۔ فوراً ریڈی ہو جائیں۔" وہ اسے حکم دیتا ہوا لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ حمیرا بیگم اس کی الجھن دیکھ رہی تھیں جو دو تین دنوں سے گم صم سی نظر آ رہی تھی۔ اروان نے ان سے ذکر کیا تھا کہ وہ نیل فر کو کسی ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے لے جائے گا۔

"ارے نیل فر بیٹا' چلی جاؤ۔" انہوں نے اس کے شانے پر تھپکی دی تو وہ چونک گئی۔

"اروان تمہیں غیر ذمہ دار نہیں سمجھو۔ وہ چاہتا ہے کہ تم نارمل زندگی گزارو۔" وہ بڑے مشفق اور نرم لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔ نیل فر لب بھینچ کر رہ گئی۔

وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئی۔ تیار بھی بے دلی سے ہوئی مگر رونا اس بات پہ آنے لگا کہ اروان نے نفسیاتی مریضہ کے طور پر ہی اسے قبول کیا ہوا ہے۔ دل کے اندر بے چینی بڑھ گئی تھی۔ اروان گاڑی بڑی مستعدی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ شام کی سرمئی سیاہی پھیل رہی تھی۔ سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھا۔ وہ کاسنی رنگ کے کپڑوں میں خاموش سی اروان کو خاصی اپیل کر رہی تھی۔ گاڑی اس وقت ایک تفریحی مقام کے پارکنگ لاٹ میں رکی تو وہ چونک گئی۔

"اتریے محترمہ آپ کے علاج کی جگہ آ گئی ہے۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کر اس کی جانب کا دروازہ کھول کر اترنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

نیل فر کی نگاہوں میں بے یقینی تھی۔ وہ خوب صورت سے پارک کو دیکھ کر خواب کی سی کیفیت میں آ گئی تھی۔ اروان نے گاڑی لاک کی اور اسے چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

"آپ تو مجھے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔" اسے غصہ آنے لگا۔

"ڈاکٹر کے پاس پھر چلیں گے' آج کچھ سیر و تفریح کر لیتے ہیں۔" وہ مبہم سا مسکرایا۔ نیل فر روش پر رک کر کھڑی ہو گئی اروان کا انداز ایسا تھا کہ وہ چھوٹی بچی کو بہلا رہا ہو' اسے رونا آنے لگا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا' گھر جانا ہے۔" وہ اکڑ گئی۔

"واٹ' گھر جانا ہے...... محترمہ میں نے آپ کے لیے اپنا قیمتی وقت نکالا ہے۔"

"تو نہ نکالیے' احسان کر رہے ہیں مجھ پر...... نفسیاتی مریضہ پر۔" وہ لوگوں کا خیال کیے بغیر وہاں کھڑے ہو کر رونا شروع ہو گئی۔ اروان شپٹا ہی گیا۔ اسے نیل فر کے ایسے ردعمل کی توقع نہیں تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے' کہیں نہیں جانا۔" وہ مڑ گئی۔

اروان بے چارہ عجیب الجھن کا شکار ہو گیا۔ نیل فر نے اتنا رونا دھونا مچایا کہ وہ اپنے گھر لے جانے کے بجائے اس کے میکے چھوڑ کے چلا گیا۔ گھر میں سب نے پوچھا بھی تو اتنا ہی بتایا کہ وہ ضد کرنے لگی تھی۔

❀◐□❀◐□

اسے یہاں آ کر بھی سکون نہیں ملا تھا۔ شہوار اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں۔ ان کو بھی اس نے سب بتا دیا تھا۔ وہ تاسف سے سر پکڑ کے رہ گئی تھیں۔

"آپ ہی بتایئے میں اب کیا کروں۔ مجھے ٹیبلٹ بھی کھانے نہیں دی۔"

"تم نے صرف اس کی وجہ سے اتنا ہنگامہ کیا۔"

"میں نے ہنگامہ غلط نہیں کیا۔ گھر میں سب کے

سامنے یہ کہہ کر لائے کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جارہے ہیں۔ بتائیے مجھے غصہ نہیں آئے گا۔ میں نفسیاتی ہوں؟ ٹھیک ہے۔ مجھے نہیں جانا اب ان کے پاس۔" وہ روری تھی ضد الگ باندھے بیٹھی تھی کہ اروان کے ساتھ کہیں نہیں جائے گی۔

"اروان کو تو میں نے بلایا ہے لیتی ہوں اس کی خبر۔"

"پلیز بھابی! آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی ورنہ بات بڑھے گی۔" وہ ڈر گئی۔

اروان آ گیا تھا۔

"خیریت! یہاں تو دھواں دھار بارش ہوئی ہے۔" انداز معنی خیز اور شرارتی بنالیا۔ کمرے میں بھی طائرانہ نگاہ ڈالی۔ وہ بیڈ پر بیک کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جب کہ وہ چیئر گھسیٹ کے بیٹھ چکا تھا۔

"تم اسے یہاں کیوں چھوڑ کر گئے؟ مجھے یہ بتاؤ۔" شہوار نے تیز لہجے میں استفسار کیا۔

"آپ کی نند صاحبہ کا ہی حکم تھا کہ مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا بلکہ مجھے یہاں آنا ہے۔" شوخ سے لہجے میں کہتے ہوئے سوں سوں کرتی نیل فر پر بھی نگاہ ڈالی جو جواب میں غراتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"بھابی! مجھے یہاں سے نہیں جانا۔" وہ احتجاج کرنے لگی۔

"آپی! مجھے انہیں یہاں سے لے جانا ہے اور میں اپنی چیزیں کہیں چھوڑا نہیں کرتا، جلدی اٹھیئے۔" فوراً ہی وہ بھی تیز لہجے میں بولا۔

شہوار نے حیرانگی سے اسے دیکھا جس کے لب و لہجے میں ذرا رکھائی نہ تھی بلکہ وہ بڑے پراعتماد انداز میں مخاطب ہوا تھا۔

"ایسا کرو تم اب اسے خود ڈیل کرو بلکہ جانے کے لیے راضی کرو۔ میں تم دونوں کے لیے شام کی چائے کے ساتھ کھانے کے لیے زبردست سا کچھ بناتی ہوں۔" اروان کے شانے پر تھپکی دیتی ہوئی وہ چلی گئی تھیں۔

اروان نے آنکھوں میں ترنگ لیے اس کے روتے ہوئے چہرے کو دیکھا تو پیار ہی آنے لگا مگر وہ اس کی جانب بھولے سے بھی نہیں دیکھنا چاہ رہی تھی۔

"آخر آپ چاہتی کیا ہیں۔ ہر بات تو میں آپ کی مرضی کے مطابق کر رہا ہوں۔"

"کیوں کر رہے ہیں؟ نہ کریں۔ میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی ہے کہ جو آپ مان رہے ہیں۔" تنگ ہی تو آ گئی۔ "اور پھر پولیس والوں کو بھی یہ مجبوری نہیں ہوتی ہے۔"

"اوہ تو آپ کو یہ بھی یاد ہے۔ پھر ٹھیک ہے چلیے آپ گھر۔ میں بتاتا ہوں کہ اب ہوگا کیا۔ فوراً اٹھ کھڑی ہو جائیں پندرہ منٹ میں تیار ہو کے باہر آ جائیں ورنہ ہنگامہ کرنا مجھے بھی آتے ہیں۔" فوراً ہی وہ غصہ میں آ گیا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب نیل فر کو کیسے ڈیل کرنا ہے۔ اس نے ڈاکٹر سے بھی بات کر لی تھی کہ ایسی سچویشن میں اسے کیا کرنا ہے۔

نیل فر نے گھورا مگر اروان چہرے پر سختی لیے کمرے سے نکل گیا۔ وہ اس لمحے واقعی ڈر ہی گئی۔ اگر واقعی اس نے فرجاد کے سامنے کچھ کہہ دیا تو اور شرمندگی ہوگی۔ بھابی تو حیران رہ گئیں کہ اتنی جلدی وہ جانے کے لیے راضی کیسے ہوگئی۔ اروان اپنی پہلی ہی مسکرا دیا تھا۔ واپسی پر وہ اسے اپنے دوست فراز کے گھر لے آیا تھا۔

"ہم تو سمجھ رہے تھے کہ باقاعدہ اب کارڈ دینا پڑے گا تمہیں ڈنر کے لیے۔" فراز نے خوشدلانہ طنز

کے ساتھ کہا۔ وہ جھینپ سا گیا۔

"یار! روز پروگرام بناتا ہوں، پھر رہ جاتا ہے۔"

"بھابی! آپ ہی اس سے کہہ دیا کریں کہ ہم معزز شہریوں کو بھی یاد کر لیا کرے ورنہ اگر کہے تو ہم رشوت کے طور پر اسے کچھ دینے کو بھی تیار ہیں۔" وہ اکثر اس کے پیشے کی وجہ سے بھی چھیڑتا ہی رہتا تھا۔

"سن! میں وہ والا پولیس والا نہیں ہوں۔" وہ برا مان گیا۔

چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں محفل جمی ہوئی تھی۔ فراز کی بیوی زویا ان کے لیے ڈنر کے انتظامات میں لگ گئی تھی۔ اروان نے نیل فر کو بھی کہا کہ وہ ان کی ہیلپ کر دے۔

"اروان بھائی! آپ کی بیگم تو بہت ہی کم گو ہیں۔" زویا متعجب ہو کر گویا ہوئی۔

"خوش نصیب ہے اروان کہ بھابی کم گو ہیں۔ مجھ سے پوچھے کوئی۔"

"ہاں میں تو کائیں کائیں کرتی ہوں نا۔" وہ برا مان کر غصہ بھی دکھانے لگی۔ ڈائننگ ٹیبل پر وہ لوگ بیٹھے تھے۔ نیل فر کو بھی ہنسی آ گئی۔

"بھابی! ویسے یہاں معاملہ دوسرا ہے۔ میری بیگم کم گو تو نہیں البتہ گم صم زیادہ رہتی ہیں۔" اروان نے اس کی یہ خامی گویا منظر عام پر لائی۔ نیل فر پہلو بدل کر رہ گئی۔ اس وقت بھی وہ کچھ نہ بولی تھی۔ وہ تینوں ہی ہنسی مذاق کرتے رہے تھے۔ رات گئے فراز نے انہیں رخصت کیا تھا۔

آج پھر وہ اپنی میڈیسن ڈھونڈ رہی تھی تاکہ اپنے ذہن کو کچھ دیر ریلیکس دے سکے۔ اروان کافی دیر سے بیڈ پر نیم دراز اس کی حرکات و سکنات کو تنقیدی اور تشویش نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو کبھی وارڈ روب کھولتی تو کبھی بیگ کی تلاشی لیتی۔

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو پوچھ سکتا ہوں رات کے اس پہر آپ کیا تلاش کر رہی ہیں جب کہ میں تو آپ کے پاس ہی ہوں۔" معنی خیز اور مخمور لہجے میں بولتا ہوا اس کے اتنے قریب آ گیا کہ وہ تو اچھل ہی گئی۔

"جی...... وہ...... وہ"

"کیا وہ وہ۔ نام لے سکتی ہیں آپ میرا۔ مگر اس کمرے کی حدود تک اس کے باہر بالکل نہیں۔" اس کا گڑبڑانا بوکھلانا اروان کو اتنا اچھا لگا کہ وہ اپنی خود ساختہ پہلی جسارت کو روک نہ سکا۔ نیل فر تو سکتے میں ہی آ گئی۔

"یہ پولیس والوں کی طرح تلاشی کا کام بند کریں۔ یہ صرف ہمارے لیے چھوڑ دیں۔ ہم موجود ہیں نا۔" وہ اتنا شوخ اور معنی خیز شرارتی ہو رہا تھا کہ نیل فر کی کانوں کی لوئیں تک سرخ پڑ گئیں۔ فراز کے گھر سے آنے کے بعد تو دونوں میں ابھی تک بات چیت بھی نہیں ہوئی تھی مگر اروان کی ایسی حرکت اس پر تو پچھلے لمحات کا ناگوار شائبہ تک نہ تھا۔

"میں بہت ایماندار پولیس کا بندہ ہوں۔ ہر کام نہایت ایمانداری سے سرانجام دیتا ہوں اور اب میں ایماندار شوہر بھی ہوں۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے منہ نہیں موڑ سکتا ہوں کیونکہ مجھے دونوں جہان میں جوابدہ ہونا ہے۔" اروان کی گمبھیر اور اتنی گہری بات کے سحر میں وہ کھوئی گئی کیونکہ وہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

"پلیز میرا ہاتھ چھوڑیے۔" اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ ایک شرم و حجاب سا اسے اروان سے آنکھ ملانے نہیں دے رہا تھا۔

"کیوں آپ کے ہاتھ کو کیا ہوا؟" اس نے مسکرا کے ہاتھ چھوڑا اور پھر اپنے بازوؤں کے حلقے میں

لے لیا۔ نیل فر تو پگھل سی گئی آواز لگتا تھا نکلنا ہی بند ہوگئی ہو۔ اروان کا استحقاق دیکھ کر تو اس کے ہوش ہی اڑنے لگے تھے مگر اس بار وہ کیفیت تو نہ تھی' وہ خود حیران تھی۔

صبح وہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی فریش ہوکر کمرے سے چلی گئی تھی۔ سوچ سوچ کر اس کے پسینے ہی چھوٹ رہے تھے۔ ناشتہ بھی اس نے برائے نام ہی کیا تھا۔ پھر وہ دادی جان کے کمرے میں جاکر سوگئی تھی جیسے رات سے سوئی ہی نہ ہو۔

"اروان بھی آج خلاف معمول گیارہ بجے اٹھا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا تھا۔ وہ نیل فر کا منتظر ہی تھا مگر امی کو ناشتہ لگاتے دیکھ کر چونک گیا۔

"ارے ہاں' نیل فر اماں کے کمرے میں سو رہی ہے۔ لگتا ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" حمیرا بیگم نے خود ہی قیاس آرائی بھی کی۔

اروان کے لب مبہم سا مسکرائے۔ وہ سب سمجھتا تھا۔ خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔

اروان ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد دادی جان کے کمرے میں آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بیڈ پر مزے سے لیٹی بے خبر سو رہی تھی اور دادی جان وارڈروب میں جانے کیا تلاش کر رہی تھیں۔

"آں ہم۔" گلا کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ دادی جان نے مڑ کر دیکھا تو اروان نے سلام بھی کر دیا۔

"جیتے رہو آج خاصے دیر سے اٹھے اور یہ یہاں سو رہی ہے۔" دعا دینے کے ساتھ ہی استفہامیہ انداز میں نیل فر کی جانب توجہ مبذول کرائی۔

"یہی میں بھی دیکھ رہا ہوں۔" باف وائٹ قمیص شلوار میں نکھرا نکھرا اپنے ہونٹوں پر مبہم مسکراہٹ لیے گویا ہوا۔

دادی جان نیل فر کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔ شاید اس کی نیند پوری ہوگئی تھی پھر بیڈ کے ہلنے پر اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اروان کو دیکھ کر تو حواس باختہ ہی ہوگئی۔ جھٹ دوپٹہ تلاش کیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اروان کو کل سے اس کی حالت پر لطف آ رہا تھا جو گڑبڑاہٹ اور بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔

"سوری دادی جان! پتہ نہیں کیسے میری آنکھ لگ گئی۔" وہ نگاہ چراتے ہوئے شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔ بیڈ سے اتری اروان راہ میں حائل کھڑا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" دادی جان نے گویا اس کی شرمندگی دیکھ لی تھی۔

"محترمہ لگتا ہے آپ نے ناشتہ نہیں کیا ہے۔" وہ آہستگی سے گویا ہوا تاکہ دادی جان نہ سن لیں۔ وہ اپنے سابقہ کام میں پھر لگ گئی تھیں۔

"جی ناشتہ تو کرلیا تھا۔" نگاہ تک نہیں ملا رہی تھی۔ رات کا ایسا سرور اور نشہ تھا کہ جو اروان کے لہجے سے چھلک ہی رہا تھا۔ نیل فر کو شرم ہی آنے لگی۔ وہ اس کے سائیڈ سے نکل گئی۔ اروان کو اس کا شرمایا لجایا انداز اتنا اچھا لگ رہا تھا کہ دل کر رہا تھا نیل فر کو اپنے سامنے بٹھا کر دیکھتا ہی رہے۔

●◐□●◐□

"اروان بیٹا! اگر نیل فر جانے کا کہہ رہی ہے تو جانے دو۔ رو آئے گی کچھ دن۔ شہوار بھی کہہ رہی تھی پھر اس کے بچے بھی یاد کر رہے ہیں۔" انہوں نے اروان کو مخاطب کیا جو لاؤنج میں ٹی وی آف کرنے کے بعد اپنے بیڈ روم میں جانے کے لیے اٹھا تھا۔ تین دن سے وہ اپنی جاب پر بھی جانا شروع ہوگیا تھا۔

"امی! میں نے اسے جانے کو تو منع نہیں کیا ہے؟

جب چاہے جاسکتی ہے۔" وہ حیرانگی کے ساتھ چونک بھی گیا کہ امی نے یوں اچانک ہی کیسے کہہ دیا۔

"صبح نیل فر جانے کو کہہ رہی تھی میں نے کہا کہ میں خود تم سے کہوں گی۔ اپنی جاب پر جاتے ہوئے چھوڑ جانا۔"

"جی اچھا' چھوڑ جاؤں گا مگر ابھی نہیں۔ مجھے ایک کیس کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہوگا۔ ایک ہفتے کے لیے جب ہی چھوڑ جاؤں گا۔" اس نے آہستہ لہجے میں انہیں بتایا مگر اسے نیل فر پر غصہ بھی آنے لگا جس نے امی سے اس کی شکایت کی تھی اور پھر وہ سمجھ بھی رہا تھا کہ وہ اس سے بچ کر جانا چاہ رہی ہے۔

●◐□●◐□

"تمہیں جو بات بھی کہنی ہے مجھ سے کہو' میری ماں سے شکایت کیوں کرتی ہو؟"

"سنیے' پلیز! مجھے کچھ دنوں کے لیے تو گھر جانے دیں۔ بھائی جان بھابی اور بچے مجھے یاد آ رہے ہیں۔" وہ روہانسی ہوکر گویا ہوئی جو تکیے سے ٹیک لگائے کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ نیل فر کا تھکا تھکا جھنجلایا ہوا چہرہ دیکھ کر اسے ترس بھی آیا مگر بے نیازی دکھاتا وہ بیڈ پر چلا گیا۔

"سنیے' میں آپ سے کچھ کہہ رہی ہوں۔" اپنا جواب نہ پاکر وہ تنگ سی گئی۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ مجھے تمہاری عادت سی ہوگئی ہے۔ اس لیے کچھ دنوں تک رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" لہجے میں معنی خیزی اور شوخی بھی تھی۔

"آخر آپ...... آپ۔" اس کا چہرہ ایسا تھا کہ ابھی رو دے گی۔ اتنی بے بس سی ہو رہی تھی کہ وہ احتجاج کر بھی رہی تھی مگر اسے جیسے پروا ہی نہ تھی۔

"کیا آخر آپ!" وہ مبہم سا مسکرایا۔ اسی وقت بل کھا کے اس کی جانب رخ کیا جو وارفتگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میری طبیعت خراب ہے۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔" وہ کھسیائی سی گئی۔

"وضاحت کرو' کس قسم کی خراب ہے تاکہ پھر میں غور کروں۔" وہ آج اسے اتنا زچ کرنا چاہ رہا تھا کہ شاید وہ منہ سے کچھ تو کہے گی کہ میں آپ کی وارفتگی اور والہانہ پن کے جذبات سے گھبرا کر فرار چاہ رہی ہوں۔"

"ویسی نہیں ہے' بے فکر رہیں۔" وہ تو سرخ ہی پڑ گئی۔

"ویسے مجھے انتظار ہے۔" وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ شانوں سے پکڑا۔ وہ کانپ سی گئی۔ اروان کا لب و لہجہ سب ہی کچھ بدل جاتا تھا۔

"آپ...... آپ۔"

"ان ہونٹوں پر اب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" اس نے تو شرارت ہی کر دی۔ نیل فر کے رخسار گرمئی شوق سے سرخ ہی پڑ گئے تھے۔ آگے وہ بولنے ہی نہیں دیتا تھا اور وہ اسی وجہ سے جلتی کڑھتی بھی تھی۔ وہ کیوں زبردستی اس رشتے کو نبھا رہا تھا۔ وہ تو ایک نفسیاتی مریضہ تھی۔ پھر یہ سب کیوں کر رہا ہے۔ اسے تو اروان کو اس کے دل کے جذبات سمیت پانا تھا۔ ایسے نہیں۔ وہ رونے لگی تھی کیونکہ وہ دن بھر سر جھیر بخار چڑھتا تھا۔

"دیکھو! شہوار آپی سے کچھ بھی الٹی سیدھی بات نہیں بولنا' سمجھی تم! تم اتنی مشکل سے تمہاری طرف سے کچھ مطمئن ہوئی ہیں۔" وہ تیز لہجے میں سرزنش کرنے لگا۔

"لیکن میں مطمئن نہیں ہوئی ہوں۔" روانی میں اس کے منہ سے نکل گیا پھر خود ہی جز بز ہوئی۔

"تمہیں مطمئن کرنے کے مجھے خاصے اچھے

طریقے آتے ہیں۔ ادھر آ جاؤ گی تو تمہارے ہی طریقے سے مطمئن بھی کردوں گا۔" وہ صلح جو انداز میں گویا ہوا۔

"ایک نفسیاتی مریضہ کبھی مطمئن ہو ہی نہیں سکتی۔"

"دیکھو ابھی تو میں اپنی ڈیوٹی پر ہوں آج نہیں تو کل میں تمہیں رات کو اپنی ڈیوٹی آف ہوتے ہی لینے آؤں گا۔ اس لیے جو بھی بات کرنی ہو سامنے کرنا۔" وہ عجلت دکھانے لگا۔

"مجھے آنا ہی نہیں ہے۔" وہ تو ضد باندھ کے ہی بیٹھی تھی۔

"تمہارے تو اچھے بھی آئیں گے۔" یہ کہہ کر وہ لائن کٹ کرچکا تھا۔ شہوار اس کے لیے اچھی سی چائے سموسوں کے ساتھ لائی تھیں۔ انہیں دیکھ کر وہ فوراً ہی نارمل ہوگئی تھی۔ روبیشہ اور عون بھی آگئے تھے۔ وہ سب ہی خوش گپیوں میں لگ گئے تھے۔ نیل فر کچھ دیر کے لیے اروان کی باتیں بھول گئی تھی مگر اروان تو اسی رات کو ہی آ گیا۔ نیل فر تو روہانسی ہی ہوگئی۔ وہ لینے جو آ گیا تھا۔

"یار! اتنی رات کو تم چلے آئے۔" فرجاد رات کے ساڑھے بارہ بجے اسے یہاں دیکھ کر چونک گئے تھے۔

"اصل میں فرجاد بھائی! نیل فر کا کچھ دیر پہلے ہی میرے موبائل پر فون آیا تھا کہ وہ آج ابھی جانا چاہ رہی ہے۔" اس نے اطمینان سے جھوٹ گھڑا۔

نیل فر اس کی ایسی مبالغہ آرائی اور جھوٹ پر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی مگر مجبوری تھی۔ اندر صبر کے گھونٹ اتارتی مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق تیار ہوکر چل ہی پڑی تھی۔

اروان ہی گرین پرنٹڈ کپڑوں میں اس کی شہابی رنگت کو غصے سے تمتماتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اسے آج اس کا جلنا کڑھنا مزا ہی دے رہا تھا۔ پورے راستے وہ منہ بنائے بیٹھی رہی تھی۔ اروان ہونٹوں پر شوخ سی دھن بجاتا ہوا گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔ اس وقت اروان کا یہ انداز اسے آگ ہی لگا رہا تھا۔ گھر آتے ہی سب کو سلام و دعا کے بعد وہ کمرے میں ہی چلی گئی تھی۔ آج وہ اروان کو کوئی موقع ہی نہیں دینا چاہ رہی تھی۔ اروان نے بھی اسے تنگ نہ کیا تھا اور لیٹ کر سو گیا تھا۔

●◐□●◐□

حسب معمول وہ صبح ہی اٹھا تھا۔ جوگنگ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنا جوس کا گلاس اور اخبار بیڈ روم میں لے آیا تھا۔ نیل فر چہرے پر ہنوز خفگی سجائے بیڈ روم کو سمیٹنے میں مصروف تھی۔ وہ سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔ جوس کے سپ لینے کے بعد گلاس گویا اسے ہی تھمایا تھا۔ فوراً ہی جانے کے لیے مڑ گئی تھی۔

"نیل فر! ادھر آؤ۔" اس نے اپنی گمبھیر آواز میں اسے مخاطب کیا۔ اس کے بڑھتے قدم رکے۔ وہ کمرے سے باہر جا رہی تھی۔

"مجھے پہلے ہی دیر ہوگئی ہے جو کام ہے آپ کا وہ آ کر کروں گی۔"

"میں کہہ رہا ہوں ادھر آؤ۔" ذرا ڈپٹ کر بولا۔

نیل فر نے دانت پیسے اور اس کی جانب گھوم گئی۔ وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس اس کے مقابل ہی آ گیا۔ نیل فر کی پلکیں لرز سی گئی تھیں۔

"آپ ہر بار اپنی ہی کیوں کرتے ہیں؟" اس نے تڑخ کر کہا۔

"اس لیے کہ تم میری اپنی ہو اور اپنوں کے ساتھ اپنے تو ایسا کرتے ہی ہیں۔" معنی خیزی سے وہ گویا ہوا۔ نیل فر اس کے لہجے کی گمبھیرتا میں کچھ کھو نے سی لگی۔

"جیسا آپ کرتے ہیں کوئی شوہر اپنی بیوی کے ساتھ ایسا نہیں کرتا ہوگا۔" شکوہ در آیا۔ اروان نے سینے پر بازو لپیٹے اور دھانی کپڑوں میں اس کا اجلا نکھرا سراپا پسندیدہ نگاہوں سے ہی دیکھا تھا۔

"جو میں کرتا ہوں وہ ہر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے۔ میں نے کچھ نیا نہیں کیا ہے۔" وہ معنی خیز مسکراہٹ لیے نیل فر کو اپنے حصار میں لے کر بول رہا تھا۔ مارے حیا کے اس کی تو نگاہ بھی نہ اٹھ سکی۔

"آپ کے سر زبردستی ایک نفسیاتی مریضہ جو کہ اغوا شدہ بھی تھی اسے منڈھ دیا۔"

"خبردار جو تم نے میری پیاری اور معصوم سی بیوی کے متعلق کچھ بولا تو۔" مکہ تان کے ہلکا سا اس کے رخسار پر رسید ہی کیا۔ نیل فر گنگ حیرت وانبساط کی تصویر بنی اروان کو دیکھے گئی۔

"تم نفسیاتی مریضہ نہیں تھیں یہ تمہاری سوچ کا دخل تھا اور پھر ایسے شخص کو نفسیاتی نہیں کہتے ہیں۔ تم ایک خوف میں مبتلا تھیں اور تمہارا یہ ڈر و خوف وہی شخص نکال سکتا تھا جو تمہارے قریب ہو اور جائز رشتہ رکھتا ہو۔ اس لیے مجھے ہی منتخب کیا گیا تمہارا یہ ڈر و خوف نکالنے کے لیے۔" وہ بولا۔

"پھر بھی آپ کی مرضی تو شامل نہیں تھی ناں اور پھر میں نے آپ کے ساتھ پہلے ہی اتنی بدتمیزی کی تھی۔ آپ کے دل میں تو میری گنجائش بھی نہیں بنی ہوگی۔" نگاہ جھکا کے وہ افسردگی سے بول رہی تھی۔

"میرے دل میں تو گنجائش شروع سے ہی تھی۔ پھر جب دل کا معاملہ آ جائے تو سر تو جھکانا ہی تھا۔" وہ اس کی ساری غلط فہمی دور کرنا چاہ رہا تھا۔

"وہ تو میں انکار اس لیے کررہا تھا کہ تم پولیس والوں کو برا جو سمجھتی ہو۔"

"میرے ساتھ جو ہوا تھا اس میں ایک پولیس والا شامل تھا۔" پھر سے وہ تلخ اور ناگوار حادثہ یاد آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ بس اس پولیس والے کو ہمیشہ یاد رکھو جو ہر جگہ اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے نبھا رہا ہے۔" اس نے نیل فر کے سر سے اپنا سر ٹکرایا۔

"اب جلدی سے بتاؤ پولیس والے برے لگتے ہیں یا پولیس کا محکمہ۔"

"مجھے کسی سے کوئی سروکار نہیں' مجھے تو یہ پولیس والا اچھا لگتا ہے۔" دل سے اعتراف کرتی' شرمائے شرمائے روپ میں اروان کو اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ بے اختیار اسے اپنے سینے میں سمولیا۔ وہ تو اچانک افتاد پر بوکھلا ہی گئی۔

"آج دل خوش کردیا ہے۔" اپنی محبت کی گرم جوشی نیل فر کو محسوس کرائی۔

"اور آپ نے بھی۔" شرمائے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی۔

"گڈ! یعنی دل کا معاملہ ادھر بھی ہوگیا ہے۔" وہ شوخی سے بولا۔

"سنو میں دس دنوں کے لیے اسلام آباد جا رہا ہوں۔" قدرے توقف کے بعد سر کھجا کر گویا ہوا۔

"کیا! دس دنوں کے لیے!" وہ تو بدک کے ہی دور ہوئی تھی۔

"ہاں یار! ایک کیس ہے۔ جانا ضروری ہے حالانکہ اب تو دل بھی نہیں چاہ رہا ہے۔" سر کھجاتے ہوئے وہ پر اس پر جھکا تھا۔

زندگی ایک دم پرسکون اور شانت ہوگئی تھی۔